از افادات

فقیہ العصر حضرت مولانا مُفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہٗ

تحقیق و تدوین

مولانا قاری خلیل احمد تھانوی

ناشر

ادارہ اشرف التحقیق دارُالعلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

مقالاتِ سیرت

از افادات

فقیہ العصر حضرت مولانا مُفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہٗ

تحقیق و تدوین

مولانا قاری خلیل احمد تھانوی

ناشر

ادارہ اشرف التحقیق دارُالعلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

لِمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا

تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کیلئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو
اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ ﷺ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا

(سورۃ الاحزاب آیت ۲۱ رکوع ۱۸)

يارب صل على النبي المصطفى — اے میرے پروردگار نبی مصطفیٰ پر رحمتیں نازل فرما

تعداد ما فی علمك الاشياء — اس تعداد میں کہ جتنی آپ کے علم میں چیزیں ہیں

سلم عليه سلام مجد دائما — ان پر بزرگی کا علام بھیج روزبروز بڑھتے رہنے والا

متضا عفا لم يحصه الاحصاء — کہ جس کا کوئی احاطہ نہ کرسکے

والال والازواج من طهرتهم — اور آل پاک ازواج پاکیزہ پر جن کو آپ نے پاکیزہ بنایا

هم صفوة الكونين والشرفاء — وہی تو دو جہاں میں سب سے زیادہ مصلی اور شریف ہیں

وعلى صحابته واتباع ومن — اور ان کے صحابہ پر اور تابعین اور ان لوگوں پر جو

اخلافها العلماء والصلحاء — ان کے بعد کے علماء ہیں صلحاء ہیں

وادفع بها الالام عنا كلها — اور اس صلوۃ و سلام کی بدولت ہماری سب تکلیفیں دور فرمادیجئے

واكف العدى فلقدطغاالاعداء — اور دشمنوں سے ہمیں کافی ہو جائیکہ دشمنوں نے بہت سر اٹھار کھاہے

صلو عليه وسلموا وعليهم — سب حضورؐ پر درود سلام پڑھو اور ان سب پر بھی

فلكل داء فى الصلوة دواء — کیونکہ ہر مرض کیلئے درود میں ہی دوا ہے

مفتی جمیل احمد تھانوی

عرض مرتب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہ کے مقالات و مضامین کو جمع کر کے مرتب کرنے کا کام ادارہ اشرف التحقیق میں جاری ہے جس کی پہلی جلد دلائل وجوب قربانی کے نام سے طبع ہو چکی ہے اب یہ دوسری جلد جو سیرت سے متعلق ہے حضرت کے چار مقالات پر مشتمل ہے پیش خدمت ہے۔ حضرت کے یہ مضامین مختلف رسائل مین چھپے تھے جس کو افادہ عام کی نیت سے یکجا کیا گیا ہے۔ پہلا مقالہ نبی کل کائنات سیارہ ڈائجسٹ میں طبع ہوا تھا دوسرا مقالہ دارالعلوم اسلامیہ سے ذکر رسول کے نام سے طبع ہوا تھااور تیسرا مقالہ ماہنامہ الخیر میں عصمت انبیاء کے نام سے طبع ہوا تھا جبکہ چوتھا مقالہ اصل میں حضرت کا ایک مفصل فتوی ہے جو مسئلہ حیات النبی سے متعلق دارالعلوم دیوبند سے جاری ہونے والے فتوے کی تصدیق ہے جس میں قرآن حدیث کے تفصیلی دلائل سے اس مسئلہ کو ثابت کیا گیا ہے۔

احقر نے افادہ عام کی غرض سے ان تمام مقالات پر عنوانات بھی لگائے ہیں اور حاشیہ کی شکل میں مشکل الفاظ کی تشریح بھی کر دی ہے، اللہ تعالی احقر کی اس کوشش کو قبول فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے جنہوں نے ان مضامین کو جمع کرنے میں کسی بھی شکل میں میری مدد فرمائی میں انکا بہت مشکور ہوں۔ خصوصی طور پر مولانا محمد انس چترالی اور مولانا منظور صاحب کا جنہوں نے مختلف لائبریریوں سے رسائل کی ورق گردانی کے بعد ان مضامین کو جمع کرنے میں میری مدد کی۔ حضرتؒ کے اب تک ستر مقالات جمع کر لئے گئے ہیں جن میں ایک موضوع کے مقالات کو ایک جلد میں طبع کیا جائیگا۔ آخر میں قارئین سے التماس ہے وہ ان مقالات میں کسی کوتاہی پر مطلع ہوں تو احقر کو مطلع فرمائیں۔ تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ دعائے مغفرت کے ساتھ یہ دعا بھی فرمائیں کہ اللہ تعالی اس ناکارہ سے یہ کام لے لے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

ادارہ اشرف التحقیق دارالعلوم اسلامیہ لاہور

سید الانبیاء خاتم المرسلین
نور رب العلی رحمۃ العالمین
سرور اصفیا شافع مذنبین
احمد مصطفٰے شاہ دنیا و دین

اے حبیب خدا روز و شب صبح و شام
تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

فخر جن و بشر نعمت بے بہا
نازش بحر و بر صدر بزم ہدیٰ
کیمیا ہر نظر معجزہ ہر ادا
فرش سے عرش تک عشق جلوہ نما

اے حبیب خدا روز و شب صبح و شام
تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

مفتی جمیل احمد تھانوی

نبی کل کائنات

نبی کل کائنات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور سرور کائنات ﷺ کے علاوہ حضرات انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام خاص خاص زمانوں، خاص خاص مقامات اور خاص خاص قوموں کیلئے معبوث ہوئے۔اس کا ذکر قرآن و حدیث میں جگہ جگہ وارد ہوا ہے۔مثلاً سپارہ ۸ رکوع نمبر ۱۵ تا ۱۸ میں :لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحاً اِلٰی قَوْمِہٖ اور وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا اور وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا اور وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا وغیرہ۔

ہمارے حضور ﷺ کل دنیا بلکہ تمام جہانوں اور تمام مخلوقات کیلئے ان کے وجود و نمود سے بہت پہلے سے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہر زمان اور ہر مکان کیلئے بھیجے گئے ہیں۔مگر یہ معاملہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے اس تک کسی کی عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی شخص عقل کے تھک کر عاجز ہونے پر انکار کرے تو یہ انکار بھی معتبر نہیں ہے اس لئے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ ہی سے دیکھنا ہے کہ حضور کو کس کس کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے اور کس وقت سے کس وقت تک کیلئے یا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ؟ کیوں کہ عالم غیب کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے سوا اور کسی طریقے سے مستند اور معتبر طور پر معلوم نہیں ہو سکتا۔

نبوت قبل عالم

حق تعالی کا ارشاد ہے :

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَ مِنْکَ وَمِنْ نُوحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا☆ لِیَسْئَلَ

الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِہِمْ وَ اَعَدَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا

(الاحزاب: ۷،۸)

”اور جب کہ ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور آپؐ سے بھی اور نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ اور عیسیٰ بن مریمؑ سے بھی اور ہم نے ان سے خوب پختہ عہد لیا تاکہ ان سچوں سے ان کے سچ کی تحقیقات کریں اور کافروں کیلئے اللہ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے“

ان سب انبیاء سے جو وقتاً فوقتاً دنیا میں آئے ہیں ایک دم جمع کر کے عہد لینا ان کی روحوں کو جمع کر کے عہد لینا ہے جو وجود دنیوی سے پہلے ہوا۔

روح المعانی (ج ۲۷، ص ۱۴۳) میں ابن جریر کی روایت قتادہؓ سے نقل کی گئی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے ان سب سے یہ عہد لیا تھا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور اس کی بھی تصدیق کریں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور حضور ﷺ کے اس اعلان کی بھی تصدیق کریں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“

”سچوں کے سچ کی تحقیق“ میں اشارہ موجود ہے کہ یہ سب حضرات نبی تھے سچے تھے نبوت میں بھی سچے احکام پہنچانے میں سچے اور لوگوں کے قبول و عدم قبول میں بھی سچے۔ اسی لئے منکروں اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہوا۔ چوں کہ یہ جمع کرنا عالم ارواح کا تھا تو سب کی نبوت خصوصاً حضور اکرم ﷺ کی نبوت خلق عالم کے قبل سے ثابت ہے بلکہ اس حدیث کی رو سے تو اسی وقت سے حضور ﷺ کا خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونا اور تمام انبیاء سے اس کا عہد لینا بھی ثابت ہے۔

شبہ اور اس کا جواب

شبہ ہو سکتا ہے نبوت تو چالیس سال یا کم و بیش عمر میں ملی ہے اس لئے تخلیق عالم سے پہلے عہد کا لینا دینا کیسے ہو سکتا ہے ؟

جواب یہ ہے کہ ہر عہدے پر سرفرازی کے دو مرحلے ہوتے ہیں ایک تقرر کا اور ایک کام میں لگنے یعنی اس تقرر کے ظہور کا۔ مثلاً اعلان ہوتا ہے کہ فلاں فلاں کو وزیر مقرر کیا گیا ہے۔ اور ان کے کاموں کا نام بھی آجاتا ہے کہ وزیر صنعت ہے یا وزیر داخلہ، وزیر خارجہ ہے یا وزیر مواصلات، وغیرہ وغیرہ مگر ان عہدے داروں کا کام فوراً ہی ان سے متعلق نہیں ہو جاتا بلکہ وقتاً فوقتاً ہوتا ہے۔ یا مروجہ اصطلاح میں یوں کہئے کہ چارج بعد میں لیا جاتا ہے کوئی کبھی لیتا ہے کوئی کبھی لیکن وزیر وہ اسی وقت سے ہیں جب سے تقرر ہو چکا ہے اسی طرح یہ بھی سمجھا جائے کہ نبوت اور ختم نبوت کے عہدے تو تخلیق عالم سے قبل ہی عطا فرمادئے گئے مگر ان کے کام ان کے اپنے اپنے مقررہ اوقات پر ظاہر ہوئے۔

سب سے پہلی روح

حضرات انبیا علیہ الصلوۃ والسلام کی ان مبارک اور عہدے دار روحوں میں سب سے پہلی روح کون سی ہے ؟ یعنی سب سے پہلے نبوت کا عہدہ کس پاک روح کو عطا ہوا ؟

مصنف عبد الرزاق میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے کون سی چیز پیدا کی ؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا : ''اے جابر اللہ تعالی نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور (روح

مبارک جیسے کہ شارحین حدیث نے کہا ہے) اپنے نور (کے فیض) سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور اللہ تعالی کی قدرت سے جہاں جہاں منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ بہشت تھی، نہ دوزخ، نہ فرشتے، نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن وانسان تھے" (آگے حدیث لمبی ہے۔ المواہب الدنیہ)

اگر کہا جائے کہ بعض روایات میں اور بھی بعض چیزوں کے اول مخلوق ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان سب کا روح محمدی ﷺ سے بعد میں پیدا ہونا احادیث میں صاف ہے اس لئے سب سے اول تو حضور ﷺ کی روح مبارک ہی پیدا ہوئی اور دوسری چیزیں اپنی اپنی نوع میں پہلی ہیں۔

امام احمد اور امام بیہقی نے اور حاکم نے صحیح الاسناد کہہ کر اور مشکوۃ میں شرح السنۃ سے نقل کر کے حضرت عرباضؓ بن ساریہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں حق تعالی کے یہاں خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدمؑ ابھی خمیر ہی میں تھے" یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔

خلق آدم سے پہلے نبوت

ابن سعد نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ کب نبی بنائے گئے؟" فرمایا: آدمؑ اس وقت روح اور جسم کے درمیان تھے جب کہ مجھ سے عہد لیا گیا تھا۔" (جس کا ذکر مذکورہ آیت میں تھا) اور حضرت امام زین العابدینؒ اپنے والد امام حسینؓ کے واسطے سے اپنے دادا حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے سے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور (روح) تھا"۔ (یہ سب احادیث "المواہب اللدنیۃ" میں ہیں)

مخلوقات کی قسمیں

(۱) جو مخلوقات اپنے وجود میں کسی دوسرے کی محتاج ہیں خود مستقل وجود سے الگ نہیں کسی کے ساتھ ہی ہوں گی الگ نہیں ہو سکتیں وہ ''عرض'' کہلاتی ہیں۔ جیسے لمبائی چوڑائی موٹائی سرخی سیاہی سبزی زردی سفیدی چمک خوشبو، بدبو وغیرہ۔ چوں کہ ان کا اپنا وجود نہیں ہے بلکہ کسی اور مستقل وجود کے تابع ہو کر ہی یہ موجود ہوتی ہیں اس لئے حکم میں بھی انھی کے تابع ہیں جو حکم مستقل وجود کے لئے ہے وہی ان کیلئے بھی ہے جو اُن کیلئے نہیں اِن کیلئے بھی نہیں۔

(۲) اور جو چیزیں موجود ہونے میں دوسرے کی محتاج نہیں۔ خود موجود ہوتی ہیں وہ جوہر کہلاتی ہیں جیسے اینٹ پتھر درخت جانور انسان وغیرہ۔ ان کی چند قسمیں ہیں۔

بعض تو وہ ہیں جن میں نہ حس و حرکت ہے نہ بڑھنا ہے، وہ جمادات ہیں۔

اور جن میں حس و حرکت تو نہیں مگر بڑھنے کی صلاحیت ہے، وہ نباتات ہیں۔

جن میں حس و حرکت قصداً ہے مگر عقل نہیں، وہ حیوانات ہیں۔

اور جن میں عقل و علم کی روشنی ہے وہ اہل عقل ہیں۔ پھر وہ تین قسم کے ہیں :

ایک وہ جن میں خیر تو ہے، شر نہیں وہ فرشتے ہیں۔

دوسری وہ جن میں شر ہی شر ہے خیر نہیں یا خیر شر دونوں ہیں مگر خیر مغلوب ہے اور شر غالب یہ جنات ہیں۔

شیطان یا غیر شیطان ایک وہ ہیں جن میں خیر و شر دونوں ہیں مگر غالب خیر ہے اور شر مغلوب وہ انسان ہیں۔

ان سات قسموں میں سے اول قسم تو بعد کی قسموں کے تابع ہے اب چھ قسمیں

کائنات و مخلوقات کی رہ گئیں دیکھنا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان میں سے کس کس کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں یعنی جمادات، نباتات، حیوانات، جنات، فرشتے، انسان، عوام و خواص یعنی انبیاء تک۔

کل انسانوں کیلئے نبی

حق تعالی کا ارشاد ہے :

"وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ" (سبا : ۲۸)

"اور ہم نے تو آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔"

بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضرت جابر کہتے ہیں : حضور اکرم ﷺ نے فرمایا : مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

(۱) ایک مہینے کی مسافت تک رعب کی مدد مجھ کو عطا فرمائی گئی ہے۔

(۲) اور کل زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنادی گئی سو میری امت کا ہر آدمی جہاں نماز کا وقت آجائے وہیں پڑھ لے۔

(۳) اور میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں کیا گیا تھا۔

(۴) اور مجھے شفاعت کا مرتبہ دیا گیا ہے۔

(۵) اور ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔"

مسلم کی ایک اور حدیث میں یوں ہے کہ "میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا

گیا ہوں اور مجھ سے نبیوں کو ختم کیا گیا ہے"

تمام لوگوں اور تمام انسانوں میں حضرت آدمؑ سے لے کر تا قیامت آنے والے سب شامل ہیں ان سب انسانوں کے لئے حضورؐ کو پیغمبر بنایا گیا ہے

سوال و جواب

سوال ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگلے اور پچھلے انسانوں کیلئے پیغمبر کیسے ہو گئے ؟

جواب یہ ہے کہ جیسے کسی کے بادشاہ ہونے کیلئے یہ ضروری نہیں کہ جو اس شہر یا دربار میں حاضر ہوں بس وہ انھی کا بادشاہ ہے۔ بلکہ جہاں جہاں تک اس کی فوج پولیس حکام اور احکام پہنچتے ہوں گے وہ سب اس کی حکومت ہے وہ ان سب کا بادشاہ ہے اور ان کے ذریعے سب کو اسی کے احکام پہنچائے جاتے ہیں سب اسی کی رعیت ہوتے ہیں۔ اسی طرح جیسا کہ آگے آیات و احادیث سے معلوم ہو رہا ہے حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک بذریعہ تمام انبیاء اور ان کی امتوں کے علماء کے اور اب سے لے کر قیامت تک آپؐ کی امت کے علماء کے ذریعے آپؐ کے احکام پیغامات تعلیمات سب پہنچتے رہیں گے اور سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت ملتی رہے گی بادشاہ بھی فرمانبردار اور نافرمان دونوں کا بادشاہ ہے اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی بواسطہ انبیاء و علماء شروع دنیا سے آخر تک دعوت دی جارہی ہے تو فرماں بردار اور نافرمان سب کیلئے آپؐ نبی اور رسول ہیں۔ سب ایمان والوں کو بشارت دینے والے اور کفر والوں کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

حدیث مذکور سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر

بھیجا جانا صرف حضور اکرم ﷺ کیلئے ہی خاص ہے دوسرے نبیوں کی نبوت صرف ان کی قوموں تک خاص تھی وہاں یہ عموم نہ تھابلکہ جیسے "انسانوں" کے لفظ میں اول دنیا سے آخر تک کے تمام انسان شامل ہیں ان میں نیک وبد سب بلکہ حضرات انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام بھی آگئے ہیں اور ان کی امتیں بھی۔آنحضور ﷺ ان کے لئے بھی پیغمبر ہیں۔آگے آیت سے یہی ثابت ہوتا ہے :

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف : ۱۵۸)

"آپ کہہ دیجئے اے انسانو! میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی جانب۔"

حضور ﷺ کا یہ خطاب بھی بلاواسطہ اور بواسطہ انبیاء و علماء اول سے آخر تک تمام انسانوں سے ہے اور حضور ﷺ سب کیلئے نبی ہیں۔

ایمان لانے کا عہد

ارشاد باری ہے :

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (آل عمران :۸۱)

"اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیا سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمھارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصداق ہو اس علامت کا جو تمھارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی رکھنا اور اسکی مدد بھی کرنا فرمایا :آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا۔ارشاد فرمایا : تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔"

حضرات انبیاء متبوع ہیں اور امتیں ان کی تابع ہیں۔ اس لئے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے یہ عہد لینا ان کی امتوں سے ان کے واسطے سے عہد لینا ہے جیسے ہر جماعت کا قائد جو معاہدہ کرلے گا وہ پوری جماعت کا معاہدہ ہوگا پھر یہ عہد ہر نبی سے اس کے بعد کے نبی کیلئے ہے یا حضور اکرم ﷺ کیلئے؟

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ ابن جریر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت بیان کی ہے کہ "اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے بعد والے نبیوں میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس سے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں یہ عہد لیا کہ اگر وہ ان کی زندگی میں بھیجے گئے تو یہ ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے اور اللہ تعالی ان کو یہ حکم بھی دیتے تھے کہ وہ اپنی قوم سے اس کا عہد لیں۔"

پھر حضرت علیؓ نے وہ آیت پڑھی جو اوپر مذکور ہوئی ہے (ج ۲ ص ۱۸۴) بعض مفسرین نے ہر بعد کے نبی کیلئے قرار دیا ہے کہ اگلے ہر نبی پر بعد کے نبیوں پر ایمان لانے اور قوم کو ان پر ایمان لانے اور مدد کرنے کی ہدایت کرنے کا یہ عہد ہے۔ مگر اس تفسیر پر بھی چوں کہ حضور ﷺ سب سے آخری نبی ہیں اگلے ہر نبی پر اگر وہ حیات ہوتے آپؐ پر ایمان لانا اور مدد کرنا اور اپنی قوم کو ہدایت کرنا فرض ہوتا۔

فتاوہ حدیثیہ میں ہے کہ علامہ سبکیؒ نے اپنی ایک کتاب میں ثابت کیا ہے کہ محض محمد ﷺ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور بعد کے حضرات کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور اس پر حدیث :کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد (میں نبی تھا اور آدم روح اور جسم کے درمیان تھے) سے اور حدیث "بعثت الی الناس کافۃ" (میں تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں)

سے دلیل ہے اور آیت :وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ تا آخر سے اور ابن ابی حاتم نے اس آیت کے تحت بیان کیا ہے کہ نوحؑ سے لے کر اللہ تعالی نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس سے عہد لیا کہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے۔(ص ۱۵۱)

امام رازی نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''میں تمھارے پاس پاک صاف شریعت لایا ہوں، خدا کی قسم اگر موسی بن عمران زندہ ہوتے تو ان کیلئے بھی میرے اتباع کے سوا کوئی گنجائش نہ رہتی۔'' (تفسیر کبیر ج ۲ص ۲۷۷)

چنانچہ قیامت کے قریب جب حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام نازل ہونگے جو صحیح اور بہت حدیثوں میں وارد ہے اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے وہ بھی حضور اکرم ﷺ کی شریعت کی پیروی کریں گے مرقات شرح مشکوۃ میں حضرت عیسیؑ کے ذکر کے تحت لکھا ہے :ابن ابی ذئب نے اس حدیث کے لفظوں کے معنی میں کہا ہے کہ وہ تمھارے رب کی اسی کتاب سے امامت کریں گے اور تمھارے ہی نبی کی حدیثوں سے۔''آگے طیّبی سے بھی نقل ہے :عیسی علیہ الصلوۃ والسلام تمھاری امامت کریں گے اس حال میں کہ تمھارے دین میں ہوں۔'' (جر یرج ۱۰ص ۲۳۲)

علامہ سبکی کہتے ہیں :''ہم کو صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنے رب کی جانب سے تمام کمالات کی عطا اور نبوت پر انبیاء سے عہد لینا خلق آدم کے زمانے سے ہے تاکہ سب نبی جان لیں کہ آپؐ ان سے بڑھ کر ہیں۔اور ان کے بھی نبی اور رسول ہیں۔اس لئے حضور ﷺ نبی الانبیاء ہیں اسی لئے آخرت میں سب آپؐ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے ایسے ہی دنیا میں شب معراج میں ہوا اور اگر حضور ﷺ کے آنے کا اتفاق ان کے زمانے میں ہوتا تو ان پر

اور ان کی امتوں پر حضورؐ پر ایمان لانا اور آپؐ کی مدد کرنا لازم تھا۔ جیسے کہ اللہ تعالی نے تمام انبیاء سے اس کا عہد لیا اور اس وقت بھی وہ اپنی اپنی نبوت ورسالت پر جو ان کی امتوں کی طرف تھی باقی تھے، اس بنا پر حضور ﷺ کی نبوت ورسالت تمام انبیاء کی طرف ایک امر واقعی سے آپ کو حاصل تھی لیکن اس کا ظہور ان سب کا حضور کے ساتھ موجود ہونے پر موقوف تھا۔ تو اس ظہور کے تحقق کا مؤخر ہونا ان کے حضور ﷺ کے وقت موجود نہ ہونے سے ہوا ہے نہ اس وجہ سے کہ حضور ﷺ ان کی طرف نبی ورسول ہونے سے موصوف نہیں تھے لہذا حضور ﷺ کی نبوت ورسالت سب کے لئے عام اور عظیم الشان ہے اور آپ کی شریعت اصول میں ان سب کی شریعت کے موافق ہی ہے کیوں کہ اصول میں فرق نہیں۔ اور ان مسائل میں آپ ﷺ کی شریعت کا سب سے بڑھ کر ہونا کہ جن میں اختلاف ہوتا ہے یعنی فروع میں، تو یا تو حضور ﷺ کی خصوصیت کی بنا پر ہے یا ان کے منسوخ ہونے کی بنا پر، یا نہ یہ، نہ وہ، بلکہ حضور ہی کی شریعت ان اوقات میں ان سب امتوں کیلئے وہی ہے جو ان کے انبیاء لے کر آئے تھے اور اس وقت اس امت کیلئے یہ شریعت ہے۔ اوقات واشخاص کے مختلف ہونے سے احکام مختلف ہوتے ہی ہیں شریعت ایک بھی کہلا سکتی ہے، (فتاوی حدیثیہ)

فتاوی حدیثیہ شیخ ابن حجر ہیتمی میں ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے کہ حضور ﷺ فرشتوں کی طرف بھی مبعوث ہیں بلکہ اس پر یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ حضور ﷺ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور تمام قدیم امتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ ”میں سب انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں“ سب کو شامل کیا ہے آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک۔ اور علامہ بازری نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے اور مزید یہ کہا

ہے "کہ حضور ﷺ تمام حیوانات و جمادات کی طرف بھی بھیجے گئے ہیں اور اس کے لئے حضور ﷺ کے رسول ہونے پر گوہ کی گواہی اور درختوں اور پتھروں کی گواہی کو دلیل بنایا ہے جلال الدین سیوطیؒ کہتے ہیں : میں اس پر مزید کہتا ہوں کہ : حضورؐ خود اپنی طرف بھی مبعوث کیئے گئے تھے" (ص ۱۵۱)

ان جانوروں، درختوں اور پتھروں کی گواہی دینے کے واقعات احادیث میں ہیں اس لئے آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک تمام انسانوں حتی کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ان کی امتوں اور دوسرے انسانوں، فرشتوں، جمادات، نباتات، حیوانات، سب کیلئے حضور ﷺ نبی ہیں اور سب پر حضورؐ کی پیروی فرض ہے۔"

قیامت تک کے لوگوں کیلئے نبی

حق تعالی کا ارشاد ہے :

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ (الانعام : ۱۹)

"اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے سب کو ڈراؤں۔"

لہذا جن کو قرآن پہنچے خواہ وہ کسی زمانے کے ہوں حضورؐ کے زمانے کے کچھ بعد بہت بعد آخر زمانے تک کے ہوں۔ اس لئے اس آیت میں حضور ﷺ کے زمانے سے لے کر قیامت تک کے اہل عقل کیلئے حضور ﷺ کی نبوت ثابت ہوئی خواہ انسان ہوں یا جن ہوں یا فرشتے ہوں۔ حضور ﷺ سے لے کر قیامت اور مابعد تک ابد الآباد کیلئے جن کو قرآن مجید پہنچے گا آپؐ سب کیلئے نبی ہیں قرآن مجید کی ہر سورت معجزہ ہے اور معجزہ نبی کی نبوت کی دلیل ہوتا ہے دوسرے انبیاو قتی

تھے ان کے معجزے بھی وقتی تھے حضور ﷺ کا یہ معجزہ جو ازل سے مقابلے کا چیلنج کر رہا ہے ابدی معجزہ ہے جو ابد لآباد تک کی نبوت کی دلیل ہے اور ہر اس شخص کیلئے دلیل ہے جس کو پہنچے۔

تمام جہانوں کے نبیؐ

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

(الفرقان : ۱)

"بڑی عالیشان ذات ہے جس نے یہ فیصلے کی کتاب یعنی قران اپنے خاص بندے پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈرانے والا ہو۔"

ڈرانا منکروں کو عذاب سے ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ تمام جہانوں کے باشندوں کو انکار کے عذاب سے ڈرانے والے اور سب کیلئے نبی ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے تمام انبیا پر چھ باتوں سے فضیلت دی گئی ہے۔(۱) مجھ کو کلمات جامعات عطا فرمائے۔(۲) رعب سے میری مدد فرمائی گئی ہے۔(۳) میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں۔(۴) میرے لئے تمام روئے زمین کو سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا ہے۔(۵) میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔(۶) اور مجھ سے تمام نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔(خازن ج ۲ ص ۲۴۶)

امام رازی فرماتے ہیں کہ عالمین تمام مخلوقات کو شامل ہے جنات ہوں یا انسان یا ملائکہ قیامت تک کیلئے تمام مخلوقات کو شامل ہے اسی لئے واجب ہے کہ حضورؐ تمام انبیاء اور رسولوں کو ختم کرنے والے ہوں (تفسیر کبیر، ج ۶ ص ۴۴۴)

مخلوق میں اعراض، جواہر، جمادات، نباتات، حیوانات، جن، وانس، و

ملائک سب داخل ہیں اس لئے حضور ﷺ سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

اشکال اور اسکا جواب

ایک سوال شاید کسی ذہن میں آئے کہ نبی تو اس لئے بھیجے جاتے ہیں تا کہ عمل اور کام کے ذمہ داروں کو نیکی کے عمل اور بدی سے بچاؤ کا راستہ بتائیں اور ان کو اپنی قوت قدسیہ سے اور احکام کی ترغیب سے نیک راہ پر چلائیں تو جو جو مخلوق مکلّف یعنی عمل کی ذمہ دار نہیں اہل عقل نہیں ان کی طرف رسول بنانے سے کیا فائدہ اور جو مخلوق اہل عقل مگر معصوم ہیں جیسے فرشتے، جن کی شان یہ آیت ہے کہ :لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ (التحریم :٦) یہ فرشتے نافرمانی نہیں کر سکتے اس کی جو کچھ اللہ تعالی ان کو حکم دیتے ہیں ان کی یا انبیا علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف رسول بھیجنے سے کیا فائدہ کہ وہ خود نیک ہی نیک ہیں؟

اس کا جواب تفسیر روح المعانی میں ہے ”اور معصوم و غیر مکلّف کی طرف رسول بنا کر بھیجنے کا فائدہ یہ ہے کہ ان سے حضور اکرم ﷺ کے شرف کے تعین کا مطالبہ ان کا حضور ﷺ کی امت دعوت میں داخل ہونا اور حضور ﷺ کے متبعین میں شامل ہونا تا کہ تمام رسولوں سے بڑھ کر آپ ﷺ کا شرف ثابت ہو۔“ (ج :١٨، ص :٢١٠)

اور اوپر علامہ بازری سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو جمادات وغیرہ کی طرف رسول بنا کر اس وقت بھیجا گیا جب کہ ان میں ادراک و شعور پیدا فرمادیا تھا۔ مسلم شریف کی حدیث :”میں تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ یہی ظاہر کرتی ہے، یعنی رسول بنا کر بھیجنے کا ایک فائدہ نہیں ہے کہ بدیوں سے بچا کر نیکیوں میں لگائیں جہاں نیکی بدی دونوں ہوں گی وہاں یہ بھی فائدہ ہے

ورنہ اس کے علاوہ دوسرے فائدے بھی ہیں جن میں سے ایک تمام رسولوں کی امتوں سے زائد حضور ﷺ کی امت کا ہونا ہے۔

شیخ ابن حجر ہیتمی نے بھی کہا کہ فرشتے اگرچہ معصوم ہیں اور ان کو عذاب سے ڈرانا نہیں ہے لیکن انکی طرف رسول بنا کر بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ ان کو حضور ﷺ پر ایمان لانے اور آپؐ کیلئے سب کے سردار ہونے کا اعتراف، آپؐ کی رفعت شان کا اقرار، آپؐ کیلئے خشوع و خضوع اور ان کا آپؐ کے پیروکاروں میں شمار ہونا ہے جس سے آپؐ کا اعزاز اور بھی زیادہ ہو اور یہ ان کے معصوم ہونے کے خلاف نہیں۔ پھر حضور ﷺ کا فرشتوں کیلئے پیغمبری کا کام کرنا یا تو کل کا کل شب معراج ہی میں ہوا ہے یا کچھ اس وقت اور کچھ بعد میں۔ مگر بعض خاص خاص احکام میں ان کے لئے پیامبر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پوری شریعت محمدیہؐ کا ان کو مکلّف قرار دے دیا گیا ہے مذکورہ آیت اس پر کافی دلیل ہے اور مسلم شریف کی حدیث بھی۔ جس کے صحیح ہونے میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ ''میں تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' اسی سے تو شیخ الاسلام جمال بازری نے یہ اخذ کیا ہے کہ حضور ﷺ تمام مخلوقات حتی کہ جمادات کیلئے بھی رسول بنائے گئے ہیں۔ اسی طرح کہ ان میں خاص درجہ کی عقل و فہم پیدا کر دی کہ انہوں نے حضور ﷺ کو پہچان لیا ایمان لے آئے اور آپؐ کی فضیلت کا اعتراف کر لیا حضور اکرم ﷺ نے بھی اس کی خبر دی ہے جو مؤذن کیلئے گواہی دینے وغیرہ کے بارے میں ہے۔ اس ارشاد میں ہے کہ اذان دینے والے کی آواز کی بلندی کو کوئی درخت اور پتھر اور نہ کوئی اور شے سنتی ہے مگر وہ قیامت کے دن اس کے لئے شہادت دے گی اور حق تعالیٰ نے قرآن شریف کیلئے فرمایا ہے کہ اگر اس قرآن کو ہم کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو اللہ کے خوف سے پست ہونے اور پھٹ جانے

والا دیکھتے اور ایک جگہ فرمایا ہے کہ کوئی بھی چیز نہیں مگر اللہ تعالی کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہے (فتاوی حدیثیہ ص ۱۱۲)۔ یہ اس کو دلیلیں ہیں کہ جمادات میں بھی یہ احساسات پیدا فرمائے گئے ہیں جن کی بنا پر وہ پیغمبری کے تابع بننے کے اہل ہوئے ہیں۔

شبہ اور جواب

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ ایک جماعت نے اس لفظ "عالمین" سے یہاں حضور ﷺ کے عصر مبارک سے لے کر قیامت تک کے صرف انسان و جنات ہی مراد لئے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی قرأت میں للعالمین کے بعد للجن والانس ہے (جنات اور انسانوں کیلئے) اس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور جنات اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر آپؐ کا بھیجا جانا معلوم ہی ہے کہ دین کی ضروری باتوں میں سے ہے کہ اس کا منکر بھی کافر ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ العالمین صرف جن وانس ہیں اور صرف ان کی طرف حضور ﷺ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں نہ کہ تمام مخلوقات کی طرف۔

جواب یہ ہے کہ رسول بنا کر کسی کی طرف بھیجنا دو طرح ہوتا ہے ایک تو شریعت کے تمام اصول و فروع کا مکلّف اور ذمہ دار بنانے کیلئے پورے احکام کا پیغامبر بنا کر بھیجا جانا ہے کہ کسی حکم سے بھی روگردانی نہ کر سکیں۔ دوسرے صرف ایمان لانے حضورؐ کی عزت و شرف کا اقرار کرنے امت دعوت اور آپؐ کے تابعداروں میں داخل ہونے کیلئے پیغامبر بنا کر بھیجا جانا ہے۔ پہلی قسم عملی کاموں کی حد میں جن وانس کیلئے خاص ہیں۔ جیسے کہ ایک آیت شریفہ میں انھی کو ذمیدار بنایا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: ۵٦) "اور

میں نے جن وانسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی خاص عبادت کیا کریں۔" اسلئے پوری شریعت کا پیغام انھی کیلئے ہے اور دوسروں کیلئے عمل کی ذمہ داری کا کام نہیں ہے۔ (ماخوذ فتاو حدیثیہ ص ۱۱۲) ان کے لئے مذکورہ عقائد کی پیغامبری ہے نہ کہ تمام عقائد واعمال و معاملات واخلاق وغیرہ کی جیسے کہ اوپر بھی گزر چکا ہے لہذا جن مفسرین نے فقط جن وانس مراد لیا ہے وہ تمام شریعت کی پیغامبری کے معنی سے مراد لیا ہے اور جن حضرات نے تمام مخلوقات کو عام مراد لیا ہے وہ دونوں طرح کی پیغامبری کو مراد لیا ہے اور رسالت و نبوت کا عام ہونا دونوں ہی قسموں سے ہے اسی بنا پر دوسرے بعض لوگوں نے بھی اختلاف کیا ہے کہ فرشتوں کیلئے حضور ﷺ رسول ہیں یا نہیں، تو اثبات والوں نے نبوت خاصہ عقائد و پیروی سے اثبات کیا ہے اور انکار والوں نے نبوت عامہ کل شریعت کے احکام نہ ہونے سے انکار بھی کیا ہے مگر راجح جیسے اوپر بھی آچکا ہے ان کیلئے بھی رسول نبی ہونا ہے۔

فرشتوں کیلئے رسول ہونا

اوپر بھی آیات واحادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ ان پر بھی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اب کچھ اور دلائل پیش ہیں فرشتوں کے ذکر عِبَادٌ مُکْرَمُوْنَ (عزت والے بندے) اور وَھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ (وہ اللہ تعالی کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں) کے بعد ارشاد ہے:

وَمَنْ یَّقُلْ مِنْھُمْ اِنِّی اِلٰہٌ مِّنْ دُوْنِہٖ فَذٰلِکَ نَجْزِیْہِ جَھَنَّمَ (انبیاء: ۲۹)

"اور جو ان میں سے کہے گا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو ہم اس کو جہنم کی سزا

دیں گے۔"

قرآن شریف نے ان کو عذاب کی وعید سنائی ہے کہ اگر بالفرض کسی نے خدائی کا دعوی کیا تو اس کیلئے جہنم ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ قرآن کا حکم ان کے لئے بھی ہے اور صاحب قرآن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کیلئے بھی پیغمبر ہیں۔ اس آیت میں عالمین (سب جہانوں کیلئے) کا لفظ اور اس اوپر کی آیت میں من بلغ (جس جس کو قرآن مجید پہنچے) کا لفظ بھی اس کی دلیلیں ہیں۔ کیوں کہ یہ بھی عالم میں داخل ہیں اور انکو بھی قرآن شریف پہنچا ہوا ہے، اور ایک بات یہ ہے کہ فرشتے تو معصوم ہیں مگر شیطان کی وہاں پہنچ تھی اس سے اس قسم کے گناہ واقع ہوئے تھے، اس لئے اس پیغامبری کی ضرورت ہوئی اور وہ وجوہ بھی تھیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی ہیتمی نے علامہ سیوطی سے نقل کیا ہے کہ بہت سی احادیث صحیحہ وغیر صحیحہ میں یہ واقعات وارد ہیں کہ فرشتوں میں سے بعض وہ ہیں جو آسمانوں میں ہماری جیسی نماز پڑھتے ہیں اور ہماری جیسی اذان دیتے ہیں اور بعض فرشتے نماز فجر و عصر میں آتے ہیں اور ہمارے ساتھ نمار پڑھتے ہیں اور ہماری مسجدوں میں پڑھتے ہیں۔

سعید بن منصور بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے ان کا قول اور بیہقی نے دوسری سند سے حضرت سلمان سے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کھلی زمین پر ہوتا ہے اور وہاں نماز پڑھتا ہے تو اس کے ساتھ دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جب وہ اذان و تکبیر بھی کہہ لیتا ہے تو اس کے ساتھ اتنے فرشتے نماز پڑھتے ہیں کہ ان کی صف کے کنارے نظر نہیں آسکتے۔ اسکے رکوع پر رکوع اور سجدے پر سجدہ کرتے اور اس کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔

بزار نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ

تعالی نے حضور ﷺ کو اذان تعلیم فرمانے کا ارادہ کیا تو جبریل علیہ الصلوۃ والسلام ایک سواری جس کو براق کہا جاتا ہے لائے اور حدیث پوری بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک فرشتہ حجاب سے باہر آیا اور کہنا شروع کیا اللہ اکبر اللہ اکبر پوری اذان دی، اور حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا اور تمام آسمان والوں کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کی اقتدا کریں۔ ابو نعیم نے محمد بن حنفیہؒ (حضرت علی کے صاحبزادے) سے مثل بالا روایت کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ جب فرشتہ کہتا ہے حی علی الصلوۃ حق تعالی فرماتے: میرا بندہ سچ کہتا ہے اور میرے فریضہ کی دعوت دیتا ہے۔ ابن مردویہ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ جب مجھے آسمان پر معراج میں لے جایا گیا جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام نے اذان دی فرشتوں نے گمان کیا تھا کہ وہی نماز پڑھائیں گے انھوں نے مجھے آگے بڑھایا اور میں نے سب کو نماز پڑھائی۔

سات صحابہ سے یہ حدیث آئی ہے کہ حضور ﷺ نے خبر دی ہے کہ عرش پر اور ہر آسمان اور جنت کے ہر دروازے اور سب پتوں پر لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ حضور ﷺ کا نام ہونا اور نبیوں کا نہ ہونا دلیل ہے اس کی کہ سب فرشتے آپؐ کے رسول ہونے کے دل سے گواہ رہیں یعنی ایمان رکھیں۔

ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے شیث علیہ الصلوۃ والسلام کو وصیت کی تھی کہ جب تم اللہ کا ذکر کرو ساتھ ہی محمد کا نام بھی لیا کرو کیوں کہ میں نے ان کا نام عرش کے ستون پر لکھا دیکھا ہے جب کہ میں روح اور مٹی کے درمیان تھا پھر میں نے گھومنا شروع کیا تو آسمان میں کوئی جگہ نہ دیکھی جس میں محمد ﷺ کا نام لکھا نہ ہو۔ نہ جنت میں کوئی محل اور کوئی

بالا خانہ دیکھا مگر اس پر محمد ﷺ کا نام لکھا ہوا تھا، اور میں نے محمد ﷺ کا نام حور عین کے سینوں پر جنت کے درختوں کی شاخوں شجر طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں حجابات کے کناروں فرشتوں کی آنکھوں میں لکھا دیکھا تو تم ان کا ذکر بڑی کثرت سے کیا کرو کیوں کہ فرشتے بھی ہر گھڑی ان کا ذکر کرتے ہیں۔

ایسے ہی یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ جنتی مخلوقات میں سے کوئی بھی نہ جنت میں داخل ہو سکتا ہے نہ اس میں رہ سکتا سوائے اس کے جو حضور ﷺ پر ایمان لے آئے، ان سب کے بعد علامہ موصوف نے یہ بھی کہا ہے امید ہے کہ معراج اور جنت میں داخل ہونے کے فائدوں میں سے یہی فائدہ ہوگا کہ تمام آسمانوں پر جتنے فرشتے اور جس قدر جنتیوں میں حوریں اور بچے ہیں۔ اور جس قدر عالم برزخ میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں سب کو آپؐ کے رسول ہونے کی تبلیغ ہو جائے تاکہ وہ رو در رو ہو کر آپؐ پر ایمان لائیں۔ اور آپؐ کا زمانہ پائیں تو آپؐ کی تصدیق کریں، اگرچہ غائبانہ طریقے سے وہ سب آپؐ کی پیدائش سے پہلے ایمان لائے ہوئے تھے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ابن حجر مکی ص ۱۵۲)

آگے ابن حجرؒ خود کہتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ نبی الانبیاء ہیں اور ان سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور اس پر قرآن و حدیث کی بہت دلیلیں قائم ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فرشتوں سے افضل ہیں تو نتیجہ صاف لازم آگیا کہ حضور ﷺ فرشتوں کیلئے بھی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور تمام فرشتے بہ طریق اولیٰ حضورؐ کے پیروکاروں میں ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کو اور تمام انبیاء پر کچھ خصوصیات بھی حاصل ہیں جو فرشتوں کے معاملے میں بھی ہیں مثلاً فرشتوں کا حضور ﷺ کے ساتھ ہو کر جہاد میں قتال کرنا (جس کا ذکر قرآن مجید میں بہت ہے) اور حضور ﷺ تشریف لے چلتے تو

فرشتوں کا پیچھے پیچھے چلنا (جو حدیث میں ہے) اس کی دلیل ہے کہ وہ سب آپ کے تابعداروں میں ہیں آپ کی شریعت میں ہیں اور آپ کی تقویت کیلئے ہیں۔

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار وزیر ہیں دو آسمان والوں میں اور دو زمین والوں میں سے آسمان میں سے جبرئیل و میکائیلؑ اور زمین والوں میں سے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ۔ وزیر تو بادشاہ کا بالکل ہی تابع ہوتا ہے اور پھر جبرئیل و میکائیل علیہما الصلوۃ والسلام اپنے ہم مشرب تمام فرشتوں کے سردار ہیں جیسے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ تمام مسلمانوں کے سردار ہیں۔ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے بعد سے آخر تک سب عام مسلمانوں کے سردار۔ اور سردار کے تابع ہونے سے سب کا تابع ہونا ظاہر ہے۔

جب مسلمان جہاد کرتے ہیں تو فرشتوں کا اللہ کے دین کی مدد کیلئے ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہونا قیامت تک کیلئے ہے جیسے کہ حدیثوں اور واقعات سے معلوم ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت کیلئے ایسے ہی ذمہ دار ہیں جیسے کہ ہم مسلمان۔ اور وہ بھی اسی طرح تابع اور امتی ہیں جیسے سب مسلمان۔ جبرئیلؑ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی موت کے وقت حاضر ہونا تاکہ شیطان کو دور کر دیں۔ اور فرشتوں کا شب قدر میں نازل ہونا اور مسلمانوں سے سلام کرنا اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر اپنی کتاب سے سنانا حالانکہ فرشتے انسانوں سے سننے کے شوقین ہیں۔ اور یہ بات کسی اور آسمانی کتاب کیلئے نہیں وارد ہوئی ہے اور اسرافیل علیہ الصلوۃ والسلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آنا جب کہ نہ اس سے پہلے کبھی زمین پر آئے تھے نہ بعد میں آئیں گے اور قبر شریف پر فرشتے کا مقرر رہنا تاکہ صلوۃ و سلام پہنچایا کرے۔ اور سارے عالم سے ان کا صلوۃ و سلام لا کر پہنچانا جو بہت حدیثوں میں ہے اور دلیل ہے تابع و خدمت گزار ہونے کی۔

قبر مبارک پر ہر روز ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں پر بچھاتے ہیں استغفار کرتے ہیں درود شریف شام تک پڑھتے رہتے ہیں۔ شام کو آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ اور دوسرے ستر ہزار فرشتے اسی طرح صبح تک رہتے ہیں۔ تا قیامت یہ سلسلہ ہے۔ جب قیامت کا دن ہو گا حضور ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں باہر تشریف لائیں گے اس حدیث کو ابن مبارک نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے۔ (فتاوی حدیثیہ۔ ص ۱۵۳)

جنات کیلئے نبی ہونا

حق تعالی کا ارشاد ہے :

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ☆ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ☆ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ
(الاحقاف : ۲۹۔۳۱)

"اور جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیجا جو قرآن سننے لگے غرض جب وہ لوگ قرآن کے پاس آپہنچے تو کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ۔ پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ (ایمان لا کر) اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کیلئے واپس گئے کہنے لگے : اے بھائیو! ہم ایک عجیب کتاب سن کر آئے ہیں جو موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنی پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے بھائیو! تم اللہ کی طرف بلانے

والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف کر دیں گے اور تم کو دردناک عذاب سے محفوظ رکھیں گے۔"

اور سورۃ جن پارہ ۲۹ میں بھی جنات کے ایمان کا بہت مضمون ہے اور قرآن شریف کے مقابل لانے کا چیلنج بھی جنوں اور انسانوں کو ہے وہ بھی دلیل ہے اس کی کہ جن بھی ایسے ہی مکلّف ہیں جیسے انسان، ارشاد ہے: قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (بنی اسرائیل: ۸۸)
"آپ کہہ دیجئے اگر انسان اور جنات اس پر جمع ہو جائیں کہ قرآن کا مثل لائیں گے تو اس کا مثل نہ لا پائیں گے اگرچہ بعض بعض کے مددگار بھی ہو جائیں۔"

مغفرت اور عذاب سے بچانا جنات کے ایمان اور ساتھ ساتھ تمام شریعت کے مکلّف ہونے کو بھی ثابت کرتا ہے، طبرانی نے "معجم اوسط" میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جنوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا دوبار ہوا ہے یعنی بار بار کیونکہ ابن شہاب شارح بیضاوی کا قول ہے کہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ چھ بار ان کی حاضری ہوئی ہے اور ابو نعیم اور واقدی نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ جن مقام نصیبین کے تھے۔ نو شخص تھے اور جب انھوں نے اپنی قوم کو اطلاع پہنچادی تو تین سو فورا اسلام لانے کیلئے حاضر ہو گئے اور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ بارہ ہزار مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ مسلم ترمذی، ابوداؤد وغیرہ کی متعدد حدیثوں میں رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لیجانا اور جنات کو تبلیغ کرنا اور بعض دفعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ساتھ ہونا بھی مذکور ہے۔ یہ سب حدیثیں روح المعانی ج ۲۶ ص ۲۸ پر درج ہیں۔

امام رازی کہتے ہیں کہ اسی آیت میں اس کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ جنوں کی طرف بھی ایسے ہی رسول بنا کر بھیجے گئے تھے جیسے انسانوں کی طرف بھیجے گئے تھے (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۱۹) اور سورۃ جن کے تحت بھی ہے کہ "قل" سے حضور ﷺ کو حکم ہوا ہے کہ قوم کو جنوں کے ایمان لانے کی خبر دیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ جیسے انسان حضور ﷺ پر ایمان کے مکلّف ہیں جن بھی ہیں (ج ۸ ص ۳۱۸)

اوپر روح المعانی سے ہی نقل کیا جا چکا ہے کہ جیسے تمام انسانوں کیلئے نبی کو نہ ماننا کفر ہے جنوں کیلئے نہ ماننا بھی کفر ہے تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ آیت مذکورہ میں اس پر دلیل ہے کہ حضور ﷺ جن وانس دونوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اور حضرت مقاتل سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کوئی نبی جن وانس دونوں کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ (ھامش الخازن)

شیخ ابن حجر مکی ہیتمی کہتے ہیں کہ جیسے ابو الفرحؒ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کوئی نبی جنات کی طرف نہیں بھیجا گیا یہ بات یقینی ہے ہاں بطور نفل کے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے اور ان کی شریعت میں داخل ہوئے ہیں۔

بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے جب کہ وہ مکہ مکرمہ جا رہے تھے ایک سانپ مرا ہوا دیکھا انھوں نے ایک کپڑے میں اس کو کفن دے کے دفن کر دیا تو غیب سے کسی کہنے والے کی آواز سنی: "اے سرق اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت نازل فرمائے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے فرمایا تھا اے سرق تم ایک خالی میدان میں وفات پاؤ گے پھر تم کو میری امت کا بہترین شخص دفن کرے گا۔" حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس سے پوچھا کہ تم

کون ہو اللہ تعالی تم پر رحم فرمائے عرض کیا کہ میں جنوں میں سے ایک شخص ہوں اور یہ سرق ہے اور جنات میں سے جن جن لوگوں حضور ﷺ سے بیعت کی تھی ان میں سے میرے اور اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہا تھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرمایا تھا کہ اے سرق تم ایک خالی میدان میں وفات پاؤ گے اور تم کو میری امت کا بہترین شخص دفن کریگا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے ثابت ہے کہ آپؐ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ سفر مین تھے ایک سانپ قتل ہوا پایا کسی صاحب نے اپنی چادر کے ٹکڑے میں اس کو کفن دیا اور دفن کر دیا۔ جب رات ہوئی تو چار عورتیں اسکو پوچھتی ہوئی آئیں اور انھوں نے ان کو بتایا کہ کافر جنوں نے مسلمان جنوں کے ساتھ جنگ کی تھی اور اسکو قتل کر دیا تھا اور یہ شخص اس جماعت میں سے تھا جنھوں نے حضور ﷺ سے قرآن شریف سنا تھا پھر اپنی قوم کو تبلیغ کرنے کیلئے گئے تھے۔

ابن ابی الدنیا نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے دو سانپوں کو لڑتے دیکھا ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا تو اس کی خوبصورتی اور خوشبو پر ان کو بڑا تعجب ہوا کسی نے کفن دے کر دفن کر دیا تو ایک جماعت کو سلام کرتے ہوئے سنا اور انھوں نے بتایا کہ یہ مقتول ان لوگوں میں سے تھا جو حضور ﷺ کے ساتھ اسلام لے آئے اسکو ایک کافر نے قتل کیا اسی طرح اور بھی حدیثوں میں جنات کے ایمان اور دین حاصل کرنے کے واقعات آئے ہیں۔

شیخ ابن حجر مکی کہتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ جن بھی مکلّف ہیں پوری شریعت پر عمل کرنا ان پر بھی فرض ہے امام فخر الدین رازی وغیرہ نے اس پر امت کا اجماع نقل کیا ہے اور عزبن جماعہ کہتے ہیں کہ جن بھی فرشتوں کی طرح

اول فطرة سے مکلّف ہیں اور جمہور سلف و خلف کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ ان میں کوئی نبی یا رسول نہیں ہوا۔

کئی سندوں سے جن سے حدیث حسن کے درجے کو پہنچ جاتی ہے یہ حدیث آئی ہے کہ ابلیس کا پڑپوتا ہامہ بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ مع صحابہ کے تہامہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے اس نے بتایا کہ جن دنوں قابیل نے ہابیل کو قتل کیا وہ بچہ سا تھا اور یہ بھی ان لوگوں میں تھا جو حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لائے حضرت نوحؑ نے جب قوم کو بد دعا دی تو اسنے عرض و معروض بھی کیا تھا جس پر وہ بھی رو پڑے تھے اس کو بھی رلا دیا تھا اور یہ کہ یہ ہابیل کے خون میں شریک تھا تو کیا اس کے لئے توبہ کی گنجائش ہے حضرت نوح نے چند چیزیں کرنے کا حکم دیا تھا جن میں یہ بھی تھا کہ وضو کرے اور دو سجدے کرے اس نے فوراً ایسا کر لیا تو آپؑ نے فوراً بشارت دی کہ اس کی توبہ کی قبولیت آسمان سے نازل ہو گئی اس پر ہامہ ایک سال تک اللہ تعالیٰ کیلئے سجدے میں رہا۔ اور یہ کہ ہود علیہ الصلوۃ والسلام پر بھی ایمان لایا تھا اور ان سے بھی ایسے ہی بات ہوئی تھی جیسے حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام سے ہوئی تھی۔ اور اسنے یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کی بھی زیارت کی ہے اور یوسف علیہ الصلوۃ والسلام سے تو گہری دوستی رکھی تھی۔ اور وہ لوگوں سے گھاٹیوں میں ملتا تھا اور آج بھی ملتا ہے اور موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے بھی ملا اور انھوں نے اس کو کچھ توریت سکھلائی تھی اور حکم دیا تھا کہ ان کی جانب سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوۃ والسلام کو اگر اسکی ملاقات ہو تو سلام پہنچا دے اور یہ کہ وہ عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے بھی ملا تھا اور ان کو یہ سلام پہنچا دیا تھا۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اسکو حکم دیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ سے ملاقات

ہو تو سلام پہنچادے حضور ﷺ یہ سن کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا: "عیسی پر بھی سلام جب تک دنیا باقی رہے۔اور اے ہامہ تجھ پر بھی ادائے امانت کیلئے سلام۔" پھر ہامہ نے درخواست کی کہ حضور ﷺ اس کو کچھ قرآن شریف سکھلادیں جیسے کہ حضرت موسیٰؑ نے اس کو توریت سکھلائی تھی اس پر حضورؐ نے اس کو سورۃ واقعہ، سورۃ المرسلات، سورۃ کوثر، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ الناس سکھلادی۔اور فرمایا: "اے ہامہ تم کو کوئی حاجت ہو تو ہم کو مطلع کرنا اور زیارت کرنا نہ چھوڑنا۔ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ جنت میں ہے۔(فتاوی حدیثیہ ص ۵۱)

آیات واحادیث سے جو حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کا ہر مخلوق اور ہر زمانے اور ہر ہر جگہ کیلئے ہونا ثابت ہوا ہے ان میں کسی وقت اس کے ختم ہو جانے کا کوئی ذکر نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت ورسالت بعد وفات بھی ہے اور چونکہ مسلمان جنت میں اور کافر دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے۔نہ جنت اور جنتی ختم ہوں گے اور نہ دوزخ اور دوزخی۔آیات میں دونوں کیلئے حکم خالدین فیھا سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہونا کثرت سے آیا ہے تو حضورؐ کی نبوت و رسالت بھی ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گی اسی پر تمام امت کا اجماع ہے۔علامہ شامی تقسیم غنیمت کے باب میں لکھتے ہیں۔"مقدسی نے کہا ہے کہ منیۃ المفتي میں یہ بات صاف ذکر ہے کہ رسولؐ کی رسالت موت سے باطل نہیں ہوتی" آگے مقدسی کا پورا قول نقل کر کے۔کہ ممکن ہے کہ یوں کر لیا جائے کہ حکماباقی رہتی ہے، شامی کہتے ہیں کہ پوشیدہ نہ رہے کہ ان کے کلام سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ شاید نبوت کی حقیقت ختم ہو جاتی ہے تو الدر المنتقی میں ہے کہ یہ اجماع کے خلاف ہے میں (شامی) عرض کرتا ہوں کہ امام اہل السنّت والجماعت امام اشعری کی طرف جو

ثبوت نبوت بعد وفات کا انکار منسوب کیا گیا ہے وہ بہتان ہے الزام ہے۔ خود ان کی کتابوں اور ان کے شاگردوں میں اس منسوب کیے ہوئے کے خلاف صاف صاف خیال موجود ہے۔ یہ ان کے دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کردیا ہے۔ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کے سب اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور امام عارف ابو القاسم قشیری نے کتاب شکایۃ السنّت میں اس بہتان کو بیان کیا ہے اور دوسرے علماء نے بھی بیان کیا ہے جیسے امام ابن السبکی نے طبقات کبری میں امام اشعری کے تذکرے میں تفصیل سے لکھا ہے (رد المختار، ج ۳ ص ۲۵۹)

اور قیامت میں سب انبیاء کا آپؑ کے جھنڈے کے نیچے ہونا کل مخلوق سے عذاب محشر دور ہونے کی شفاعت کرنا اور موقع بموقع متعدد شفاعتیں حوض کوثر پر فیض عام اور بعض لوگوں کے ہٹائے جانے پر فرمانا: اصحابی اصحابی (میرے کچھ کچھ ساتھی) دوزخ میں سے گناہگاروں کو نکال لانا وغیرہ سب واقعات اس کی دلیل ہیں کہ ابد الآباد تک حضور ﷺ نبی رسولؑ ہیں، یہ سب واقعات احادیث میں موجود ہیں اختصار کیلئے پوری نقل نہیں کی گئیں۔

کیا حضور ﷺ صرف عرب کیلئے نبی تھے؟

بعض کافر اور بعض بے دین اور بد دین لوگ اسلام کو ختم کرنے کیلئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ صرف عرب کیلئے نبی تھے دوسرے لوگوں کیلئے نہیں اور اس پر غلط پراپیگنڈہ کرنے کیلئے کچھ دلیلیں بھی قائم کرتے اس لئے ان پر بھی مع دلیل وجواب غور کرلینا لازم ہے۔

آیت سے صرف عرب کیلئے نبوت ثابت کرنے کے

متعدد جوابات

قرآن مجید میں ہے :

هُوَالَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ☆وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (الجمعۃ : ۲، ۳)

"وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں (عرب) میں انھی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور ان کو کتاب و دانش مندی سکھاتے ہیں اور یہ لوگ پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے اور دوسروں کیلئے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں لیکن ہنوز ان میں شامل نہیں ہوئے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔"

آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ صرف امی (ان پڑھ) لوگوں یعنی عربوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور بعد کے بھی جو لوگ انھی میں سے ہونے والے ہیں ان کیلئے نبی ہیں دوسرے لوگوں کیلئے نہیں۔

جواب یہ ہے کہ اول تو کسی ایک قسم کے ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں کہ دوسری قسم کیلئے نبی نہیں ہیں۔ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میں کراچی گیا تھا، تو یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ حیدر آباد گیا نہ سکھر نہ بہاولپور نہ لائل پور وغیرہ۔ ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ دوسروں کیلئے نبی ہونا یہاں ذکر نہ ہو گا۔ تو دوسری آیات و احادیث میں ذکر ہے جو اوپر گزر چکی ہیں۔ اور چونکہ قرآن بعض بعض کی تفسیر ہے اس لئے انھی سے اس کا مفہوم بھی معتمد کر لینا ضروری ہے کہ ان کیلئے بھی نبی ہیں

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۰۳ مع تشریح)

نبی کے ہر قول و فعل کو ماننا ضروری ہے

دوسرے، کس قدر کم عقلی یا بے عقلی کی بات ہے کہ ایک طرف تو آپ ﷺ کو نبی تسلیم کر لیا گیا ہے گو صرف عرب کیلئے تسلیم کیا گیا ہو۔ دوسری طرف آپ ﷺ کی وحی کی آیات اور آپؐ کی احادیث جو اوپر آچکی ہیں ان سے روگردانی ہے جب حضور ﷺ کو کسی نہ کسی درجے میں نبی مانا جا چکا ہے تو آپ کا ہر ہر قول اور تمام انسانوں، فرشتوں، جنوں، بلکہ جمادات، نباتات، حیوانات سب کیلئے خلق عالم سے پہلے سے فنائے عالم کے بعد تک، ابد الآباد تک کے لئے نبی ماننا لازم ہو گیا ہے۔ اس کا انکار جرم ہو گیا (شرح احیاء العلوم مع وضاحت ج ۲ ص ۲۰۳)۔

بعثت فی الامیین رسولا کے معنی کی تحقیق

تیسرے، یہ مفہوم جو آیت شریفہ کا لے لیا گیا ہے یہی غلط لیا ہے یہ عربی زبان سے ناواقف ہونا اور اس کیلئے اردو وغیرہ مادری زبانوں کے محاورے پر مفہوم گھڑ لینا ہے جو خود ایک جرم عظیم ہے۔ بات یہ ہے کہ بعث کے مفعول کئی آتے ہیں کوئی بغیر صلے کے ہوتا ہے کوئی فی کے صلے سے ہوتا ہے کوئی عن کے کوئی ب کے کوئی الی کے صلے سے ہوتا ہے، اور ہر ایک کے معنی الگ ہوتے ہیں۔ یہاں دو مفعول ہیں۔ ایک تو رسولا جو بلا صلہ ہے اور دوسرا فی کے صلے سے یعنی جن کو بھیجا گیا وہ تو رسول ہیں اور فی جو ظرف کے معنی کیلئے ہے، جن کے اندر بھیجا گیا وہ امتیں ہیں۔ اور جو مفعول الی کے صلے سے تھا، یعنی وہ جن کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، ان کا یہاں بیان نہیں ہے۔ اسی طرح جو مفعول

ب کے صلے سے ہوتا ہے، یعنی جو دے کر بھیجا جاتا ہے اس کا بھی ذکر نہیں، اور جو مفعول عن کے ذریعے ہوتا ہے کہ جہاں سے اٹھا کر بھیجا ہے، اس کا بھی ذکر نہیں۔ اس لئے غلطی یہ ہو رہی ہے کہ مبعوث فیہم یعنی جن کے اندر رسول بنایا گیا پیدا کیا گیا، وحی بخشی گئی، رسول و نبی بنایا گیا۔ اس کو اعتراض کرنے والوں نے زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مبعوث الیھم یعنی وہ سمجھ لیا کہ جن کی طرف نبی بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کا یہاں بیان ہی نہ تھا۔ ان کا بیان مذکورہ بالا آیات و احادیث میں آچکا ہے لہذا یہ مفہوم لینا بالکل غلط اور دھوکہ ہے۔ (روح المعانی مع تفصیل ج ۲۸ ص ۸۳)

تحریف معنوی

چوتھے، قرآن مجید کا کوئی مفہوم ایسا گھڑنا جو دوسری آیات واحادیث کے خلاف ہے تحریف معنوی قرار پاتا ہے۔ وہ ہرگز معتبر نہیں ہو سکتا۔ جس کی برائی قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ اور یہ خدا تعالی پر کھلا بہتان اور گناہ عظیم قرار پاتا ہے۔

امی کے معنی

پانچویں امی کے معنی ان پڑھ کے علاوہ دوسرے بھی آتے ہیں امت والے، اس لئے تمام امتی اس میں داخل ہیں، بخاری ترمذی نسائی اور متعدد کتابوں میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث روایت ہے کہ "ہم سب حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ سورۃ جمعہ نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے تلاوت فرمادی۔ جب اس آیت پر آئے "اور دوسروں کیلئے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں لیکن ہنوز

ان میں شامل نہیں" تو ایک شخص نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ کون لوگ ہیں جو اب تک ہم میں شامل نہیں ؟ حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا : "قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر دین ثریا میں بھی ہوگا تو ان میں سے کچھ لوگ حاصل کرلیں گے" حضرت سلمان فارسیؓ ان میں سے نہ تھے مگر امتی تھے اور ان کی پوری قوم بھی امتی ہوئی ہے۔(روح المعانی مذکور)

"امی" کے مرادی معنی

چھٹے امی کے معنی اگر ناخواندہ ان پڑھ ہی مراد لئے جائیں تو عربوں میں چند حیثیتیں ہیں ایک خاص نسب کا ہو دوسرے خاص جگہوں کا ہونا تیسرے ناخواندہ ہونا چوتھے مسلمان ہونا۔ تو یہاں اول کی تین حیثیتوں میں سے تو کوئی مراد ہی نہیں ہوسکتی کیونکہ آگے کا جملہ "اب تک ان میں شامل نہیں ہوئے" بتاتا ہے کہ وہ حیثیت مراد ہے جس میں دوسروں کا آشامل ہونا ممکن ہے۔ تو نسب میں تو کسی کا آشامل ہونا ممکن ہی نہیں اور خاص جگہوں کا وطنی ہونا بھی دوسروں کیلئے عرفی مفہوم سے ممکن نہیں کہ فارسی عرب نہیں شمار ہوسکتا اور ناخواندہ میں شامل ہونا کہ خواندہ ہوکر ناخواندہ بن جانا یہ بھی ممکن نہیں اور پھر ان تینوں حیثیتوں کا شریعت میں کوئی اعتبار بھی نہیں کیوں کہ ان کی وجہ سے حقوق شرعی ایک کے دوسرے پر فرض نہیں ہوتے کوئی کسی کا وارث نہیں بن سکتا۔ صرف چوتھی وجہ مسلمان ہونا ہی ایسی ہے کہ اس بنا پر آیت کا مفہوم صحیح بن سکتا ہے کہ "دوسروں کیلئے بھی جو ابھی ان میں آشامل نہیں ہوئے۔" یعنی مسلمان نہیں ہوئے اس لئے وہاں کے رہنے والے غیر مسلم بھی اور قیامت تک کے لوگ جب

مسلمان ہو ہو کر ان میں یعنی مسلمانوں میں آشامل نہیں ہونگے حضور ﷺ کا ان کیلئے نبی ہونا ثابت ہے۔ اس معنی سے کہ انھوں نے دعوت قبول کرلی ہے اور امت اجابت بن گئے۔ (بیان القرآن بتوضیح)۔ ہر نبی کی امت دو قسم کی ہوتی ہے ایک امت دعوت کہ جن جن کو دعوت دی جائے دوسری امت اجابت یعنی وہ لوگ جنھوں نے یہ دعوت قبول کرلی اور ایمان لے آئے۔

آپ کی نبوت صرف عرب کیلئے تھی، کا دوسرا مستدل اور اس کے جوابات

اور ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (ابراھیم، آیت: ۴)

"اور ہم نے تمام پیغمبروں کو انھی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان سے بیان کردیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ہر رسول اپنی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا جاتا ہے اور حضور ﷺ کی زبان عربی تھی تو حضور ﷺ کی قوم بھی عرب ہوئی لہذا صرف عرب کیلئے آپؐ نبی ہوئے۔

قوم اور امت کے معنی میں فرق

جواب اول تو یہ ہے کہ قوم اور چیز ہے اور امت اور چیز، قوم سے مراد تو وہ لوگ ہیں جن میں حضور ﷺ کی ولادت وبود وباش ہوئی ہے اور امت دو قسم کی ہے امت دعوت کہ ابتداء سے انتہاء تک جن جن کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے دوسری امت اجابت وہ تا قیامت جماعت ہے جو ایمان لاتی ہے لہذا قوم کی زبان

عربی ہونے سے پوری امت کا عرب میں منحصر ہونا لازم نہیں آسکتا کیوں کہ امت کی زبان نہیں۔ فرمایا امت تو قوم بھی ہے دوسرے بھی ہیں۔ انبیاء فرشتے جن جمادات نباتات حیوانات اور کل انسان غلط فہمی اس سے ہوتی ہوگی کہ چوں کہ دوسر انبیاء جیسے کہ شروع میں آیات سے ثابت کیا گیا ہے صرف اپنی اپنی قوم کیلئے آئے ہیں تو وہاں قوم اور اور امت ایک ہی جماعت قرار پاتی ہے۔ شاید وہاں یہ وہم ہوا ہو کہ قوم اور امت ایک ہی ہے قوم عرب ہے تو امتی بھی عرب ہی ہوں گے حالانکہ واقعہ یہ نہیں قوم خاص جماعت ہے امت اس سے بہت عام ہے۔

عرب کے ذکر سے دوسروں کے نفی نہیں

دوسرے جیسے اوپر کے اشکال کے جواب میں عرض کیا گیا ہے کہ ان کے ذکر سے اوروں کی نفی تو نہیں ہو سکتی۔ ان کیلئے بھی ہیں دوسروں کیلئے بھی نبی ہیں۔

نبوت کے تسلیم کرنے کے بعد آپ کے ارشاد کا ماننا ضروری ہے

تیسرے وہی جواب جو اوپر عرض ہوا ہے کہ جب بعض کے لئے نبی تسلیم کرلیا تو ان کی وحی اور خود ان کے ارشادات کو بھی حق تسلیم کرلیا۔

یہود کے شبہ کے متعدد جوابات

بعض یہودی لوگ یوں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بعثت صرف عرب کیلئے ہے اگر عام ہوگی تو پہلے مذہبوں کا منسوخ ہونا لازم آئے گا۔ اور منسوخ ہونا محال ہے۔ کیونکہ اس سے حق تعالیٰ کا یا جہل لازم آتا ہے یا بداء یعنی ندامت، اور یہ

دونوں باتیں حق تعالی کیلئے محال ہیں یہ اس طرح کہ اللہ تعالی کی طرف سے جو حکم بھی صادر ہو اس میں مصلحت کا ہونا ضروری ہے تاکہ ترجیح بلا مرجح لازم نہ آئے یعنی جب کہ ممکن ہر وہ چیز ہے جس کا نہ وجود لازم ہو نہ عدم بلکہ دونوں برابر کے درجہ میں ہوں تو جب تک ایک کو ترجیح دینے والی کوئی شے نہ ہو گی وہ نہ ہو سکے گی وجود کو ترجیح دینے والی کوئی چیز نہ ہو گی تو وجود نہ ہو سکے گا۔ عدم کو ترجیح دینے والی کوئی چیز نہ ہو گی تو عدم نہ ہو سکے گا۔ اس لئے جو حکم صادر ہو گا چونکہ وہ ممکن تھا اس کے وجود کیلئے مرجح یعنی ترجیح دینے والی چیز کی ضرورت ہے ورنہ اس کا وجود محال ہو گا اور وہ مصلحت ہے۔ اگر مصلحت نہ ہو گی تو حکم ہی محال ہو گا۔ لہذا مصلحت ہونا لازمی ہے تو اب اگر منسوخ ہونے والے حکم میں بھی مصلحت ہو گی تو پھر دو صورتیں ہیں یا وہ مصلحت اللہ تعالی کو معلوم نہ تھی اس لئے ان کو منسوخ کر دیا ہے تو اس سے خدا تعالی کی طرف جہل منسوب کرنا ہو گا جو محال ہے۔ اور اگر مصلحت معلوم تھی اور اسکی رعایت پہلے حکم میں تو ملحوظ رکھی اور دوسرے حکم سے بلا سبب منسوخ کر کے اس کو بے فائدہ قرار دے دینا تو یہ بدا ہے یعنی کیے پر شرمندہ ہونا۔ اور یہ بھی حق تعالی کیلئے محال ہے لہذا منسوخ ہونا ہی کسی حکم کا محال ہے۔

پہلا جواب

جواب یہ ہے کہ اول تو اہل السنّت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالی پر احکام میں مصلحتوں کی رعایت رکھنا واجب نہیں اس لئے منسوخ حکم کا مصلحت پر مشتمل ہونا ہی ضروری نہیں یعنی وہ کسی کے محکوم و تابع نہیں ہیں کہ ان پر اس کی مصلحتوں کا لحاظ واجب ہو اس لئے منسوخ ہونے سے نہ جہل لازم آسکتا ہے نہ بدا۔

دوسرا جواب

دوسرے اگر فرض کرلیا جائے کہ احکام میں مصلحتوں کی رعایت ہونی ضروری ہے تو پھر بات یہ ہے کہ بعض دفعہ کوئی ایسی مصلحت حاصل ہو جاتی ہے جو پہلے سے حاصل نہ تھی کیوں کہ مصلحتیں اوقات کے بدلنے سے مختلف ہوتی رہتی ہیں، جیسے دوا کا ایک وقت میں پینا دوسرے وقت میں نہ پینا تو کبھی مصلحت اس حکم کے ہونے میں ہوتی ہے اور کبھی اس کے نہ ہونے میں۔ کہ نہ ہونے کے وقت دوسری مصلحت ہوتی ہے جو پہلے حکم کے زوال یا بہ نسبت بعد والے کو مرجوح ہونے پر حاصل ہو سکتی ہے اس لئے نہ جہل لازم آتا ہے نہ بدا۔

تیسرا جواب

تیسرے فرض کیجئے کہ اس سے جہل یا بدا لازم آتا ہے تو یہ اس وقت لازم آسکتا ہے کہ جب ناسخ اور منسوخ دونوں ایک ہی قوم کیلئے ہوں ورنہ جب الگ الگ قوموں کیلئے ہوگا تو جن کے تعلق کا حکم منسوخ ہوا ان کے متعلق ناسخ نہیں آیا۔ اور جن کیلئے ناسخ حکم آیا ہے ان کیلئے وہ منسوخ حکم تھا ہی نہیں، اس لئے کچھ لازم نہیں آتا۔

چوتھا جواب

چوتھے یہ کہ یہ اس وقت لازم آسکتا ہے جب ناسخ اور منسوخ دونوں کا ایک ہی فعل سے تعلق ہو یہاں یہ بات بھی نہیں منسوخ احکام اور افعال کے متعلق تھے ناسخ اور افعال کے متعلق ہیں۔ (شرح مواقف ج ۸ ص ۲۶۱)

پانچواں جواب

پانچویں ہم پوچھتے ہیں کہ دعوی نبوت کے موافق ہو کر خلاف عادت امور کا صادر ہونا جب کہ لوگ مقابلے سے عاجزرہ جائیں مدعی رسالت کی سچائی پر دلیل ہوتا ہے یا نہیں ؟ اگر کہئے کہ دلیل نہیں ہوتا تو ضرور ہوگا کہ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت پر بھی دلیل نہ ہو اور یہودی مذہب ہی ختم ہو جائے اور اگر دلیل ہوتا ہے تو حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰؑ کی سچائی بھی ضرور ماننی ہوگی۔

چھٹا جواب

چھٹے توریت میں ہے کہ اللہ تعالی نے نوح علیہ الصلوۃ والسلام کو فرمایا تھا جب کہ وہ کشتی سے باہر آئے تھے کہ "میں ہر جانور کو تمھاری اور تمھاری اولاد کی غذا بناتا ہوں" اور اس قدر عام کرتا ہوں جس قدر نباتات عام سوائے خون کے اور پھر توریت میں ان میں سے بہت سی چیزیں حرام فرمادی گئیں۔اور توریت میں یہ بھی ہے کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت میں (صبح کے بھائی کا شام کی بہن) سے نکاح جائز تھا اور تم نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔اور یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت میں دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا جائز تھا۔ تم نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔اور ہفتہ کے روز کام کرنا موسی علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت سے پہلے حلال تھا تم نے حرام قرار دے رکھا ہے۔اور پیدائش کے وقت ختنہ کرنا واجب نہ تھا تم نے واجب قرار دے دیا۔یہ سب نسخ احکام ہے۔جب یہودی مذہب میں یہ ناسخ احکام ہیں تو ان کا نسخ کو باطل کہنا ہی غلط ہوا، بعض یہودی اس مسئلے کو عقل سے ثابت نہیں کرتے بلکہ اپنے مذہب کی نقل سے ثابت کرتے ہیں

کہ نسخ باطل ہے۔ تو یہ بات بہت بعد میں ابن الراوندی نے گھڑ کر ان کو بتائی ہے ورنہ اگر یہ نقل صحیح ہوتی تو جب کہ یہودی لوگ ہر طرح حضور ﷺ کی تمام علامتوں کو مٹانے کے درپے تھے حتی کہ توریت میں جو حضور ﷺ کے حالات تھے ان کو بدل ڈالا تھا۔ یہ لوگ حضور ﷺ پر ضرور اس نقل کو پیش کرتے۔ اور اگر وہ یہ نقلی دلیل پیش کرتے تو منقول بھی ہوتا اب اس کا منقول نہ ہونا اس بات کی دلالت کرتا ہے اس پر کہ یہ بے بنیاد ہے (شرح احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۰۳)

ساتواں جواب

ساتویں یہ کہ یہ لوگ نسخ کا مفہوم ہی غلط لیتے ہیں باطل کر دینا لیتے ہیں۔ حالانکہ ناسخ و منسوخ دونوں اللہ تعالی کے احکام ہیں خدائی کلاموں میں مانننسخ (پارہ ا رکوع ۱۳) (جس کو ہم نسخ کر دیں) وغیرہ قرآن مجید میں یا توریت وانجیل میں جہاں آیا ہے وہاں خدائی حکم کو باطل کرنا کون کہہ سکتا ہے؟ اس قدر جرم کون کر سکتا ہے؟ نسخ کے معنی تبدیلی کے بھی تو ہیں۔ یہاں شریعت میں تبدیل وقت کے معنی میں ہوتا ہے یعنی پہلے حکم کا جو وقت تھا وہ بدل گیا ہے۔ اب نئے حکم کا وقت آگیا ہے اور چونکہ اللہ تعالی کو ہر بات کا علم ہے یہ علم ہے کہ فلاں وقت تک کیلئے یہ حکم ہے اور فلاں وقت یہ ہے۔ خواہ ان کی مصلحتوں کو کوئی سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے کیونکہ قوموں شخصوں کی دلی کیفیات کا تفاوت انھی کو معلوم ہے اس لئے جملہ خبریہ میں نسخ جاری نہ ہوگا کہ اس کا مدت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے تمام عقائد ماضی حال استقبال سے تعلق رکھنے والے آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک یکساں برابر رہے ہیں، اور جملہ انشائیہ میں بھی اگر کوئی وقت بیان ہو جائے کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے یا کسی خاص

وقت تک کیلئے ہے تو وہاں نسخ اصلاً ہی نہ ہو گا۔ نسخ صرف ان انشائیہ جملوں میں ہو سکتا ہے جن میں مدت نہ بیان کی گئی ہو۔ خواہ لوگ بے دلیل اس کو دائمی سمجھتے رہیں۔ اب اس کی مدت کا ختم ہونا دوسرے حکم کے آنے سے بھی معلوم ہو گا جیسے ہر انسان کی زندگی کی مدت علم الٰہی میں مقرر ہے مگر ہم کو معلوم نہیں کہ کب تک ہے موت سے ہی معلوم ہو گا کہ وہ مدت ختم ہو گئی۔ ایسے ہی دوسرے حکم سے معلوم ہو گا کہ پہلے حکم کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ یہ ہے مفہوم نسخ کا جو کلام الٰہی کے متعلق آتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ فقہ میں اس پر تفصیلی بحث ہے۔

اور یہ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الاِسْلَام (دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے) اور فرمایا ہے: وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (اور جو اسلام کے سوا کوئی دین طلب کرے گا وہ اس سے قبول نہیں کیا جائیگا۔) اور یہ حکم تمام عالم کو ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جب تک اصول و عقائد یعنی جملات خبریہ میں نسخ تبدیل نہیں ہوتی۔ تو سب انبیاء کا دین ایک ہی ہے۔ اسلام ہی اسلام ہے۔ کیوں کہ عقائد تو سب کے نسخ نہ ہو سکنے سے بالکل ایک ہونے ضروری ہیں۔ اور فروع وقت وقت، قوم قوم، مزاج مزاج کی بناء پر مقررہ وقت و قوم کیلئے کچھ اور بعد میں تبدیلی کر کے کچھ فرمایا گیا ہے۔

یہود کا دعویٰ اور اسکا جواب

یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معتبر سند سے ثابت ہے کہ فرمایا: ہفتہ کے دن احکام مضبوطی سے پکڑے رہو جب

تک کہ آسمان رہیں اور زمینیں رہیں اس سے ثابت ہوا کہ یہ حکم اور ایسے ہی یہودی مذہب کا اور حکم منسوخ نہیں ہو سکتا اور حضور ﷺ کی نبوت عام نہیں ہو سکتی۔

جواب یہ ہے کہ اگر حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے صاف صاف اب فرمایا ہو تو متواتر ہو کر نقل ہوتا اور یہودی جو حضور ﷺ کے مخالف تھے ضرور پیش کرتے اور پیش کرتے تو ضرور نقل بھی ہوتا، خصوصا یہودیوں کے یہاں ضرور ہی ہوتا مگر ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ نسبت ان کی طرف صحیح نہیں بلکہ جیسا کہ مشہور ہے، یہ ابن الراوندی کا گھڑا ہوا ہے۔(شرح مواقف ج ۸ ص ۲۶۲)

فقط

وما علینا الا البلاغ

ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جن کو سب اگلے پچھلوں کے حاصل علوم
جن کا امی لقب اور علموں کی دھوم
جن کی آمد کو کہتے رہے جھوم جھوم
سب کے سب انبیاء سارے اہل نجوم

اے حبیب خدا روز و شب صبح وشام
تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

مفتی جمیل احمد تھانوی

ذکر رسول ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم(۱)

حامدا و مصلیا مسلما(۲)

حضور ﷺ کا ذکر مبارک زبان سے یا قلم سے نظم ہو یا نثر ایک عبادت اور کارِ ثواب ہے خود اللہ تعالی نے قرآن مجید میں طرح طرح سے آپ ﷺ کا ذکر فرمایا ہے انبیائے کرام کے ذکر کو دلوں کو ثابت و مطمئن بنانے والا قرار دیا ہے آپ ﷺ کے ذکر کی رفعت شان کا اعلان فرمایا: وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ(۳) حضور ﷺ کی بعثت کو تمام مسلمانوں پر ایک احسان عظیم بتایا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللہ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلاً (۴) اور حضور اور صحابہ نے بہت بہت بار اور بار بار ہر طرح سے ذکر مبارک فرمایا، حق تعالی نے حضور سے وعدہ کیا کہ جو ایک بار آپ پر درود شریف پڑھے گا اس پر دس رحمتیں نازل ہونگی (افسوس جس محسن اعظم کے طفیل بت پرستی اور کفر و شرک کی غلاظتوں(۵) سے نجات ملی عذاب ابدی(۶) سے بچ کر ہمیشہ ہمیشہ کی جنت اور جنت کی وہ نعمتیں جن کو نہ کسی

---

(۱) شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان اور نہایت رحم والے ہیں۔

(۲) تعریف کرنے والا درود پڑھنے والا اور سلام پڑھنے والا

(۳) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آواز بلند کیا (الم نشرح ۴)

(۴) حقیقت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ بھیجا ان میں ایک پیغمبر (آل عمران ۱۶۴)

(۵) گندگیوں (۶) ہمیشہ کے عذاب

آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی دل پر خیال تک ہو کر گزریں مقرر ہوئیں ہم احسان فراموش و ناقدر شناس (۱) اپنے ایسے محسن کے ذکر واذکار سے بھی غافل ہیں یا کچھ کرتے ہیں تو اس طرح کہ نیکی برباد گناہ لازم یا صحیح طریقے سے بھی کرتے ہیں تو ناقص (۲) اور کوتاہ (۳)

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ادارہ فروغ اسلام کی تحریک پر جی چاہا کہ اس لذیذ ترین عبادت کا صحیح طریق کار اور اس میں کی جانے والی کوتاہیاں عرض کی جائیں تاکہ مسلمان ایسے محسن اعظم کے احسان فراموش نہ بن سکیں اور عبادت کو ناقص و کوتاہ یا غیر عبادت یا گناہ سے مخلوط (۴) کر کے کار خیر (۵) کی جگہ کار شر (۶) نہ کرنے لگیں۔

ذکر رسول ﷺ ایک دریائے ناپیدا کنار (۷) ہے اس کے ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر کو طرح طرح کی تقییدات (۸) کے کوزوں (۹) میں قید کر لینا اچھی بات نہیں ایک قسم کی ناقدری (۱۰) ہے اور بعض دفعہ گستاخی بن جاتا ہے ذرا اس کی وسعت کی جھلک ملاحظہ کیجئے۔

---

(۱) قدر و منزلت کو نہ پہچاننے والی (۲) نامکمل (۳) کم (۴) ملا کر (۵) نیک کام (۶) برا کام (۷) ایسا دریا جس کا کنارہ نہیں (۸) قیدوں (۹) چھوٹے پیالے (۱۰) بے قدری

مراتب ذکر رسول ﷺ

(۱) ذات مبارک کا ذکر اور اس کے بہت مرتبے ہیں (الف)(۱)ابتدائے عالم سے تابہ ولادت شریفہ (ب)ولادت مبارکہ (ج) بچپن (د) جوانی (ہ)جوانی کے بعد سے وفات تک (و) وفات (ز)بعد وفات (ح) قیامت اور درجات عالیہ (۲)(ط)شفاعت (ی) جسم مبارک کے یہ سب ادوار حیات نبوت اور روح معلّٰی (۳) کے تمام انوار و کمالات (یا) حسن اعضاء سر سے لے کر پیر تک (یب)قوت جسمی (۴) (یج) قوت گویائی (۵) (ید) قوت نظر (یہ)قوت

---

(۱) حروف تہجی سے نمبر شمار بھی لگائے جاتے ہیں اس طرح یہاں نمبر شمار لگائے گئے ہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ اکائی کیلئے یہ حروف استعمال ہوتے ہیں ابجد، ہوز، حطی **الف** کا (ایک) با کے (دو) جیم کے (تین) آخر تک یا کے (دس)۔اور دھائی کیلئے یہ الفاظ ہیں کلمن سعفص ک کے (۲۰) ل کے (۳۰) آخر تک کہ ص کے (۹۰) عدد ہیں اس کے سیکڑے کیلئے یہ حروف استعمال ہوتے ہیں قرشت ثخذ ضظغ ق کے (۱۰۰) ر کے (۲۰۰) ش کے (۳۰۰) آخر تک کہ غ کے (۱۰۰۰) ہوتے ہیں۔اس کی ترتیب یہ ہے کہ اگر ایک سے دس تک کا عدد لکھنا ہو تو صرف ایک حرف لکھ دیتے ہیں جیسے اگر چھ لکھنا ہے تو حرف 'و' لکھیں گے 'ی' دس کے عدد کیلئے لکھتے ہیں اس کے بعد تیرہ چودہ کیلئے دو حرف ملا کر لکھتے ہیں مثلاً تیرہ کیلئے 'جی' اور چودہ کیلئے 'ید' اس طرح پچیس کیلئے 'کہ' اور بتیس کیلئے 'لب' لکھا جاتا ہے اسی طریقہ سے یہاں نبی ﷺ کی ذات مبارک کے مراتب بیان کرتے ہوئے بطور نمبر شمار حروف تہجی کا استعمال کیا گیا ہے۔

(۲) بلند درجات (۳) پاکیزہ روح (۴) جسمانی طاقت (۵) بولنے کی طاقت

سماعت(۱) (یو) قوت احساسات (یز) قوت ذہن (یح) قوت حفظ (یط) قوت عقل (ک) قوت دل (کا) قوت توکل (کب) قوت حب الٰہی(۲) (کج) قوت حضور واستحضار(۳) (کد) قوت معیت الٰہی (کہ) افضلیت از انبیاء و ملائکہ بلکہ خدا کے بعد ہر موجود سے (کو) خاتمیت باعتبار نبوت و رسالت(۴) و جملہ کمالات ظاہری و باطنی اختیاری و غیر اختیاری (کز) خاتمیت باعتبار دین و کتاب و معجزات (کح) خاتمیت باعتبار علم (کط) خاتمیت باعتبار اخلاق و اعمال (ل) خاتمیت باعتبار تبوع(۵) کل مخلوق

حقیقت ذکر

لیکن اگر غور کیا جائے کل تیس کے تیس شعبہ ہائے حیات کا ذکر مبارک حقیقت میں ذکر رسول نہیں ہے صرف مجازی معنی سے کہ ذات رسالت مآب ﷺ کے متعلق ہیں ذکر رسول ہیں ورنہ در حقیقت چونکہ یہ سب اختیاری امور نہیں ہیں محض حق تعالی کے عطائے خاص ہیں ان کے ذکر شریف حضرت حق جل و علی شانہ کے عطا و نعمت کا ذکر ہے اور نعمتہائے عظیمہ کا ذکر خالق کا شکر ہے اس لئے ان کا ذکر در اصل ذکر رسول ﷺ نہیں بلکہ شکر حضرت حق(۶) ہے

---

(۱) سننے کی طاقت (۲) اللہ سے محبت کی طاقت (۳) ہر وقت اس بات کا خیال رہنے کی طاقت کہ اللہ دیکھ رہا ہے (۴) نبوت و رسالت کے اعتبار سے خاتم النبیین ہونا (۵) ساری مخلوق کے متبوع (۶) اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا ہے

اقسام ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) امور اختیاریہ جن کا صادر ہونا حضور کے اختیار سے ہوا ہے جو حقیقی ذکر رسول ہیں مثلاً حضور کے تمام نظریات، تمام عبادات، تمام معاملات، تمام معاشرات، تمام اخلاق، تمام انتظامات و سیاسیات، تمام تربیت و اصلاحات، حضرات صحابہ کے نفوس کا تزکیہ (۱) تعلیم و تشریحات قرآن، تبلیغ احکام اور ان کے ذرائع و انتظامات، جہادات اور ان کے اصول، و عسکری (۲) انتظامات، تدبیر ملک و سلطنت وغیرہ وغیرہ نشست و برخاست (۳)، آمد و رفت (۴)، ہر ہر بات میں طریقہ مبارک، وضع قطع، رفتار و گفتار، وفود سے معاملات و گفتگو (۵)، پیامات سلاطین (۶)، کھانے پینے اور تمام ضروریات انسانی کے طور طریق، ہر قسم کے استعمالات کے اصول اور طریقے وغیرہ وغیرہ غرض حضور کا ہر ہر حرکت و سکون جو امت کی فلاح و بہبود کیلئے حسب ارشاد الٰہی بہترین نمونہ ہے خواہ یہ افعال و اعمال بطریق عبادت ہوں جیسے نمبر ۱۲ تک یا بطریق عادت ہوں جیسے بعد میں۔

(۳) انہی امور اختیاریہ کا اعلیٰ فرد ہے تعلیم و تلقین احکام دین جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اعلیٰ ہے ارشاد ہے: یَآ یُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ (۷)

"اے رسول ان تمام احکام کو پہنچا دیجئے جو آپ پر نازل کئے گئے ہیں آپ کے رب

---

(۱) دلوں کی صفائی (۲) فوجی (۳) اٹھنا بیٹھنا (۴) آنا جانا (۵) بول چال (۶) بادشاہوں کو پیغامات

(۷) المائدہ آیت ۶۷

کی طرف سے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو حق رسالت ادا نہیں کیا۔"

دراصل ذکر رسول ﷺ امور (۱) اختیاریہ کا ذکر ہے اور اختیارات میں سے جو بعثت مبارکہ کا اصل مقصود ہے وہ دوسرے امور سے اعلیٰ ہے اس لئے تعلیمات و تلقینات نبویہ کا ذکر ذکر رسول کا اصلی اور اعلیٰ ترین فرد ہے پھر اس کے بھی دو شعبے ہیں باطنی و ظاہری یعنی قلب انسانی کو تمام ناپسندیدگیوں اور تمام گندگیوں سے پاک کر کے اس میں تمام خوبیاں بھترائیاں عمدہ اخلاق کے مادے اور غیر اللہ کی طرف سے ہٹا کر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دینا بلکہ عشق الٰہی کی ایک لگن پیدا کر دینا اس کو کہتے ہیں تزکیہ نفس، اور یہ حضور کی تعلیمات کا باطنی شعبہ ہے۔ دوسرا شعبہ ظاہری تعلیمات ہیں وہ زندگی اور مابعد سے تعلق رکھنے والے ہر دور حیات (۲) کی تکمیلات کے ضامن احکام و قوانین ہیں دونوں میں باہم شدت کا ربط (۳) ہے ایک دوسرے کے بغیر ناممکن ہیں بلکہ ایک درجہ میں باطنی کیفیات (۴) ظاہری احکام کی جڑ ان کی آبیاری (۵) کا مدار اور بقاء (۶) و دوام (۷) اور عمدگی و استحکام کے لئے اصل (۸) اصول ہیں اسی لئے حق تعالیٰ نے حضور کے ان کاموں میں باطنی تعلیمات کا ذکر پہلے اور ظاہری کا بعد میں فرمایا کئی جگہ ارشاد ہے جہاں حضور کا وصف بیان ہے۔

وَيُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (۹) آپ مومنین کا تزکیہ کرتے اور ان کو کتاب اللہ اور حکمت کا درس دیتے ہیں۔

---

(۱) اختیاری کاموں (۲) زندگی (۳) تعلق (۴) حالتیں (۵) پرورش (۶) باقی رہنا (۷) ہمیشہ رہنا (۸) بنیاد (۹) آل عمران آیت ۱۶۴

لہذا حقیقی و اصلی اور اعلی ترین ذکر رسول ﷺ ان اصول و قوانین کا اعلان و استحسان(۱) ہے جو حضور اقدس ﷺ نے تعلیمات باطنیہ (۲) و ظاہریہ کے ارشاد فرمائے ہیں اور ان کے بعد درجہ ان امور اختیاریہ (۳) کا ہے جو حضور نے بطور عبادت کیئے ہیں اور ان کے بعد ان اختیاری افعال کا ہے جو بطور عبادت کے نہیں بطریق(۴) عادات شریفہ صادر ہوئے ہیں اور ان کے بعد ان امور کا ہے جو حضور کے اختیار سے سر زد نہیں(۵) ہوتے تھے محض انعام و الطاف الٰہی ہیں جو تعلق ذات کی وجہ سے ذکر رسول اور حقیقت میں شکر نعمت ہائے ربانی ہے۔

آلات ذکر رسول ﷺ

(۴) ان تینوں قسم کے اذکار اور ان کے درجات کے بعد اب آلات(۶) ذکر پر غور کیجئے، ذکر رسول کا یہ مطلب کہ صرف زبان سے کہہ دینا ہی ذکر ہے یہ زبانی جمع خرچ اس عبادت کے حساب میں کافی نہیں ہو سکتا یہ ایک بہت حقیر اور کم درجہ کا ذکر ہوگا(آلات ذکر یہ ہیں۔ زبان ، کان، دل، دماغ، روح اور تمام اعضائے ظاہری پھر ان میں درجہ بدرجہ تفاوت(۷) ہے اگر سب آلات سے ذکر ہوگا تو کامل ترین اور بہترین ذکر ہے اگر بعض سے ہوگا تو اتنا ناقص پھر اعلیٰ سے ہوگا تو ناقص کے افراد میں سے اعلیٰ اور نقصان میں کم اور ادنی سے ہوگا تو ادنی اور نقصان میں زائد ہے زبان سے ان اذکار کا ادا کرنا اور کانوں سے سن لینا تو سب

(۱) احسان ماننا (۲) دل سے برائیوں کو نکالنا (۳) اختیار سے کرنے کے کام (۴) عبادت کے طور پر نہیں بلکہ عادۃ کیئے جیسے چلنا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا وغیرہ (۵) لمبا ہونا جسم بھاری ہلکا ہونا

جانتے ہیں جن میں ان تمام گزشتہ امور یعنی پورے دین کو پڑھنا پڑھانا سیکھنا سکھانا تحریرات تقریرات پڑھنا سننا داخل ہیں دل کے ذکر میں دل میں ان کی حقانیت قائم کرنا اصل اصول(۱) ہے کہ بغیر اس کے زبان اور کان کا ذکر بالکل بیکار ہے صرف صورت ہی صورت ذکر کی ہے اصل کچھ نہیں زبان پر ذکر اور دل میں نفرت یا حقارت یا سبکی (۲) وخفت ہو تو یہ ذکر ایک منافقانہ حرکت سے زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتا جیسے آپ بعض ہندوؤں اور انگریزوں کی زبان و قلم سے ذکر رسول کا کوئی شعبہ ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں تو وہ ذکر نہیں کسی دینوی مصلحت کا مظاہرہ ہے منافقت اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے کہ اس حرکت سے مسلمان مانوس ہو کر شکار ہو سکیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کا فرض درجہ

پھر دل کا ایک دائمی (۳) ذکر ہے اور زبان اور کان کا عارضی چند لمحات کا ہے دل میں حقانیت و عظمت مسلسل اور دائمی چیز ہے بلکہ یہ درجہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور صرف حضور کے ہی ذکر واذکار کیلئے نہیں تمام انبیاء ورسل کے اذکار کی حقانیت کا دلی ذکر فرض ہے فقہائے اسلام نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ کسی نبی کی کسی ایک سنت کا بھی کوئی مذاق اڑائے یا ناپسندیدگی کا اظہار کرے تو وہ کافر ہے یہ وہ ذکر رسول ہے جو گزشتہ تمام اقسام میں ہر ہر مسلمان پر فرض ہے اور ایک دائمی عبادت ہے۔

---

(۱) جڑ کی حیثیت رکھنا ہے (۲) شرمندگی (۳) ہمیشہ کا

دل کا ذکر

پھر دل کے ذکر کا ایک اور درجہ ہے جس سے ایمان میں نور اور اسلام میں کمال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ ذات اطہر اور تمام اوصاف و کمالات اور گزشتہ معروضہ (۱) کے کل اقسام کے اذکار سے محبت ہونا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا يُؤمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ : تم میں سے کوئی مومن کامل نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

ذکر دماغ میں ذہن حافظہ اور عقل سے ان تمام اذکار میں کام لینا ہی ان کا ذکر ہے اس کی تفصیلات ہر شخص جانتا اور سمجھتا ہے یا سمجھ سکتا ہے۔ کہ قرآن مجید احادیث شریفہ کا حفظ تعلیم و تعلم تصنیف تالیف تقریر و گفتگو یہ دین کے تمام کے تمام شعبے سب قسم کے انہی اذکار رسول میں اور اعلیٰ درجہ کے ذکر میں شامل ہیں ذرا نظر صاف بے لوث اور گہری ہو تو حقیقت بالکل روشن ہے۔

روح کا ذکر

روح کا ذکر ان تمام امور سے مزین (۲) ہونا ہے جو حضور ﷺ کے ارشادات و افعال (۳) و احوال (۴) سے سامنے آئے ہیں جن کا تعلق ظاہری اعمال کے بجائے باطن سے ہے اور ظاہری اعمال کے لئے بیخ و بن (۵) کا کام دیتے ہیں یہ تمام ذکر

---

(۱) ذکر کی گئی (۲) آراستہ (۳) کام (۴) حالتوں (۵) جڑ اور اصل

مبارک وروح کو روشن مجلی (۱) نورانی اور بڑھ بڑھ کر اس کو بعد (۲) کی کثافتوں (۳) سے پاک کردیتے ہیں۔ پھر اس کو ملا اعلی کے اتصال (۴) سے عجیب عجیب انکشافات معمول و عادت سے زائد باتیں حاصل ہوتی اور ظاہر بھی ہو جاتی ہیں یہی تزکیہ نفس سے تعبیر ہوا ہے یہ درجہ نہایت مہتم بالشان (۵) درجہ ہے۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی حقیقی ذکر ہے جس سے محبوبیت حاصل ہوتی ہے

ذکر رسول کا اہم اور عام درجہ یہ ہے کہ تمام اعضائے ظاہری سے بھی ہو خود حق تعالی نے اس کو ضروری قرار دیا ہے ارشاد ہے :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۶) آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم کو محبوب بنائیں گے۔

یہاں حکم بھی ہے اور اس پر انعامات بے غایات (۷) بھی ہیں کہ محبت و عشق ہی مقبول نہیں ہو گا بلکہ خود اللہ تعالی تم سے محبت فرمانے لگیں گے۔ مرید سے مراد کا درجہ پاؤ گے محبّ سے محبوب بن جاؤ گے پھر اس اتباع میں متفرق درجات ہیں فرائض واجبات سنن مستحبات اور ترک حرام و مکروہ تحریمی و تنزیہی ولایعنی (۸) سب اس میں داخل ہیں جس قدر یہ عملی ذکر رسول ہو گا اسی قدر محبت الہی کا غلبہ اور محبوبیت حاصل ہو گی۔

---

(۱) چمکیلا (۲) دوری (۳) غلاظتوں (۴) ملنے (۵) تعظیم کے لائق (۶) آل عمران آیت ۳۱
(۷) بے انتہا (۸) بیکار

ذکر رسول کے تینوں درجے اور آلات ذکر کے پورے چھ ذریعوں سے ذکر رسول کرنا ہی کامل اور حقیقی ذکر دین و دنیا میں بے انتہا نافع بلکہ سارے عالم میں بے مثال ہستی بنانے والا ہمیشہ کا تجربہ کیا ہوا نسخہ ہے حضور انور ﷺ کے بعد سے آج تک جو بھی مسلمان اعلیٰ قسم کا مسلمان بزرگ صالح متقی ولی کامل آپ نے دیکھا یا سنا ہے وہ اسی طرح پورے پورے ذکر رسول اور اس کے ہر ہر طریقے سے کرنے سے ہی اس کمال پر نظر آیا ہے خواہ وہ پیران پیر (۱) رحمت اللہ علیہ ہوں یا کوئی اور بزرگ یہی ایک کیمیاوی نسخہ ہے یعنی مسلمان کو کامل ترین مسلمان بنانے کا ذریعہ ہے یہی دین و دنیا کی فلاح و بہبود (۲) کی کنجی (۳) ہے اسی سے مسلمان پکا مسلمان بنتا ہے اور اسی سے پاکستان پاکستان اور اس کا ہر باشندہ واقعی پاک بن سکتا ہے یہی وہ راز ہے جس کی بدولت امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتحیہ کو خیر البریہ (تمام مخلوقات سے بہتر) اور خیر الامم (۴) کا تمغہ قبولیت عطا ہوا ہے۔

ناقص ذکر کرنے کے نقصانات

ذکر رسول ﷺ کے اس تفصیلی بیان سے آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ مسلمان کمال اسلام اسی وقت حاصل کر سکتا ہے جب کہ ذکر رسول ﷺ کے تمام شعبوں کو تمام ذرائع سے عمل میں لے آئے (اگر کوئی شخص نامکمل نسخہ استعمال کرتا ہے تو نہ وہ نسخہ کا قدر دان ہے نہ اس کو نسخہ سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے نہ وہ اس کا استعمال کرنے والا شمار ہو سکتا ہے بلکہ حقیقی غور و خوض سے کام لے کر

---

(۱) شاہ عبد القادر جیلانیؒ (۲) کامیابی (۳) چابی (۴) تمام امتوں سے بہتر

دیکھیں تو وہ نسخہ کو بدنام کرنے کا مجرم ہے اس کی بے تاثیری کا ڈھول پیٹ کر دنیا کو اس سے محروم کرانے کا مجرم اور خود ناقدری بلکہ توہین کا مرتکب معلوم ہوتا ہے اس لئے بڑا زبردست ظلم اور بڑا غلط پروپیگنڈا ہوگا اگر کوئی شخص ذکر رسول کو صرف کسی ایک شعبہ میں محصور کر کے رکھ دے گا۔

ہم اگر پورے ذکر رسول کی کوشش نہیں کر رہے ہیں تو اس عبادت کو ناقص یا ناقص ترین ادا کرتے ہیں پھر اگر بجائے تکمیل کے اسی پر خوش ہوتے ہیں تو اپنی غلط فہمی پر ناز کرنے لگے اور ہمیشہ کو ورطہ (۱) جہالت میں پڑے رہے۔

ہم میں جو لوگ ذکر رسول سے بالکل غافل ہیں وہ تو غافل ہیں ہی اللہ تعالی ان کی آنکھیں کھول دیں اور بعض لوگ ذکر رسول کرتے ہیں مگر جیسے اوپر ذکر کیا گیا تھا ناقص یا ناقص ترین کر کے اس کیمیاوی نسخہ کو بے تاثیری میں بدنام کرنے کا سبب بنتے ہیں اور بعض لوگ اس کوتاہی سے بڑھ کر ایک ایسا اقدام کر بیٹھتے ہیں، جو ایک زبردست مجرمانہ اقدام ہے مگر وہ اپنی ناواقفی یا غلط فہمی سے اس کو صحیح قدم سمجھتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ بھی اس کی تاثیرات و منافع سے ہمیشہ در ہمیشہ محروم رہتے ہیں اور اپنے عمل سے ایک دنیا کی دنیا کو اس مجرمانہ اقدام کا مرتکب بنا دیتے ہیں لہذا ضرورت ہے کہ اس کی یہ صورتیں بھی پیش کر دی جائیں تاکہ مسلمان اس عبادت کے حقیقی فائدے حاصل کر سکیں اور مجرمانہ حرکات یا انہی صورتوں سے اس عبادت کو پاک صاف کر سکیں۔

---

(۱) گرداب

عبادت کے اصول

یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ ہر عبادت کیلئے کوئی نہ کوئی شرعی طریقہ ہے اسی طریقہ سے ادا کرنے سے وہ عبادت ہے ورنہ یہی نہیں کہ وہ عبادت ہونے سے نکل جاتی ہے بلکہ گناہ بڑے گناہ اور بعض دفعہ کفر اور سلب ایمان کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔

نماز روزہ حج زکوٰۃ اور تمام فرائض واجب سنت و مستحب عبادتوں کیلئے شرائط وآداب ہیں اسی طرح ذکر مبارک کے چونکہ بہت سے شعبے ہیں ہر ہر شعبہ کے شرائط وآداب ہیں ان کا خلاف کرنا حسب مرتبہ جرم بن جاتا ہے اور جو مخالفت توہین کا سبب ہوتی ہے وہ تو اسلام وایمان کو سلب کر لینے اور کفر میں داخل ہونے کا سبب ہو جاتی ہے اس لئے (ہر عبادت کیلئے اور خصوصا اس عبادت کیلئے جو تمام عبادتوں کی جامع اور میزان کل ہے شرائط وآداب کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے اور ہر ایسی بات سے بچنا ہے جس سے توہین ہو کر گناہ عظیم یا کفر تک نوبت پہنچتی ہے۔

فقہائے احناف نے تصریح کی ہے کہ بے وضو قصداً نماز پڑھنا کفر ہے قصداً قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھنا کفر ہے حرام پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا کفر ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت باجوں کے ساتھ کفر ہے نعت شریف باجوں کے ساتھ کفر ہے اذان یا قرآن کا گانا کفر ہے تالیاں بجانے کے ساتھ کفر ہے وغیرہ وغیرہ)

رازیہ بتایا گیا ہے کہ عبادت کو حرام یا گندگی سے متصل (۱) کرنا کفر ہے ان سب باتوں میں حرام یا ممنوع شئی سے ایک عبادت کو ملا کر اس کی توہین کی گئی ہے اس لئے یہ کفر ہے نتیجہ آپ خود نکال لیجئے کہ اس لذیذ ترین عبادت کو بھی اگر کسی گناہ سے ملوث کیا جائے گا تو وہ کیا ہوگا اور بجائے کار (۲) خیر بننے کے کس قدر کار شر (۳) بن جائے گا لہذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اس عبادت کو حرام اور ظاہری و معنوی گندگیوں سے پاک کر کے پوری پوری طرح پورے پورے ذرائع سے ادا کریں۔

ذکر رسول کے مروجہ غلط طریقے

اب عرض کیا جاتا ہے کہ ہم میں سے بعض لوگ اس عبادت کی ادائیگی میں کس قدر قصور اور کوتاہی کر رہے ہیں یا کس قدر گستاخی و بے ادبی کا ارتکاب کر رہے ہیں تاکہ سب لوگوں کو ان سے بچنے کا اہتمام ہو سکے۔

ذکر رسول ﷺ کی وسعت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اس کی ادائیگی کی وسعت آپ کے سامنے آچکی ہے اس کے شعبوں کے مدارج بعض فرض بعض واجب بعض سنت بعض مستحب بعض اصل مقصود بعض تابع یہ سب آپ ملاحظہ کر رہے ہیں اب صحیح طریقہ یہی ہے کہ ہر شعبہ کو حسب درجہ مکمل طریقہ سے ادا کیا جائے بعض لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں کہ فرض و واجب کا قطعاً اہتمام نہیں

---

(۱) ملانا (۲) نیک کام (۳) برا کام

ایک امر مستحب کو نہایت مہتم بالشان بنا لیتے ہیں یہ بات ٹھیک نہیں بعض لوگ حضور ﷺ کے غیر اختیاری (۱) کا تو ذکر کرتے ہیں اور اختیاری اعمال کا ذکر تک نہیں کرتے اس میں نفس و شیطان کی آمیزش (۲) معلوم ہوتی ہے کہ عمل میں مشقت ہے اور غیر اختیاری کے ذکر کرنے اور سن لینے میں لذت وہ اس طرح عمل کی بات پر پردہ ڈالتا اور اس سے محروم کرتا ہے بعض لوگ دل دماغ کی بات روح اور اعضاء کے ذکر کرنے کو بیان بھی نہیں کرتے نہ اس کی ضرورت سامنے لائی جاتی ہے حالانکہ اصل ذکر رسول اختیاریات اور ان تمام کا کام ہے بعض لوگ احکام و تعلیم و تلقین کے عمل بلکہ بیان کو بھی ذکر رسول کے خلاف قرار دیتے ہیں یہ ان کی کوتاہ فہمی (۳) ہے بعض لوگ بعض غیر اختیاری امور کے کرنے کو عمر بھر کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتے ہیں یہ سخت ترین شیطانی حملہ ہے کہ یہ ذکر محض مستحب ہے تمام عمر بھی نہ ہونے سے نجات میں خلل (۴) نہیں تمام عمر ہونے پر فرائض و واجب کے خلل (۵) کے وقت عذاب سے بچا نہیں سکتا۔ یہ عیسائیوں کی طرح مذہب کو فضول قرار دینے جیسا ہو گیا۔

کسی نبی یا ولی کا دن منانا ہندوانہ اور مشرکانہ رسم ہے

وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کفارہ قرار دے کر تمام جرائم کا دروازہ کھول دیتے ہیں بعض لوگ سارے سال سو کر صرف ربیع الاول میں جاگتے ہیں

---

(۱) غیر اختیاری کام (۲) ملاوٹ (۳) کم سمجھی (۴) فرق (۵) کمی

اور کچھ ذکر رسول کرتے ہیں لیکن ذکر رسول کی وسعتوں کا تقاضا ہے کہ کامل ذکر رسول ہر ہر وقت کا کام ہے کوئی سیکنڈ بھی اس سے خالی رہنا صحیح نہیں پھر کسی دن یا وقت کو متعین کرنا اس کو ضروری یا افضل قرار دینا ہے دونوں باتیں بغیر شریعت کے بتائے جرم ہیں بعض لوگ عید یا ڈے (۱) مناتے یادگار قرار دے کر کرتے ہیں تو اسلام میں یادگار اور ڈے کی کوئی اصلیت نہیں ورنہ حضور انبیاء سابقین کی اور صحابہ حضور کی یا سنہ ۶۰۰ ھ سے پہلے کوئی مسلمان تو مناتے۔ یہ ہندوؤں اور انگریزوں سے لی ہوئی رسم محض ہے اور ان کی مشابہت سے جرم ہے بعض لوگ بطور کھیل یا تماشا کے کرتے ہیں حالانکہ یہ عبادت کی سخت گستاخی ہے فقہاء نے بطور کھیل تماشا کھانا کھانے اور پانی پینے تک کو منع لکھا ہے بعض لوگ جلسہ و جلوس انگریزی طور طریق سے نکالتے ہیں۔ مشابہت کفار کی گندگی سے آلودہ کرنا سخت بے ادبی ہے بعض لوگ جھنڈیاں لگا کر انگریزوں کی نقالی کا جرم کر کے عبادت کو اس سے ملوث کرتے ہیں ایسے ہی بعض لوگ ہندوؤں کی دیوالی کی طرح چراغاں کر کے کافرانہ رسم سے آلودہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ ذکر رسول کی نظموں کو گا کر پڑھتے ہیں۔ حالانکہ شریعت میں گانا حرام اور حرام سے ملوث کرنا بڑا جرم ہے۔ بعض لوگ سڑکوں بازاروں میں ذکر رسول کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ جس کو حضور نے شر البقاع بدترین جگہ فرمایا اس طرح عبادت کی بڑی بے ادبی ہے۔

---

(۱) دن

عید میلاد النبی ﷺ یا بارہ وفات منانے کی خرابیاں

بعض لوگ ۱۲ ربیع الاول کو عید قرار دیتے ہیں حالانکہ یہی تاریخ وفات ہے اول تو عید بے اصل پھر یوم فات میں بعض لوگ جھوٹی اور غلط روایات بیان کرتے ہیں حالانکہ حضور نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر جان کو جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ قرار دے۔ بعض لوگ عورتوں سے نظم پڑھواتے ہیں بعض کم عمر بے ریش لڑکوں سے پڑھواتے ہیں۔ یہ گانا حرام اور غیر محرم اور ایسے لڑکوں سے پڑھوانا گناہ بعض لوگ باجے بھی ساتھ لگاتے ہیں جن کے ساتھ عبادت کو فقہانے کفر لکھا ہے بعض لوگ روح مبارک کے آنے پر یقین کرتے ہیں بلا شرعی دلیل یہ خیال گناہ ہے اور عقلا ناممکن بھی ہے کہ بوقت واحد لاکھوں جگہ آنا ہے بعض لوگ ذکر خاص پر قیام کرتے ہیں حالانکہ حضور نفس نفیس (۱) کیلئے قیام کرنا ناگوار سمجھتے تھے اس لئے صحابہ نہیں کرتے تھے تو یہ ہر وقت ناگواری پیدا کرتے اور تکلیف دیتے ہیں۔ اگر ذکر قیام پسند ہوتا تو نماز میں درود و قیام میں ہوتا نہ کہ قعدہ (۲) میں۔ بعض لوگ محض نام نمود شہرت کیلئے ایسا کرتے ہیں۔ یہ سب گناہ ہے اور عبادت کی روح خلوص غائب کرنے کا جرم ہے وغیرہ وغیرہ۔

حاصل یہ ہے کہ عبادت کو ان کفار کی مشابہت اور حرام یا ناجائز امور سے آلودہ کر کے کرنا عبادت کی توہین یا سخت گستاخی و بے ادبی ہوتی ہے ان سب باتوں سے بچ کر اس عبادت کو انجام دیا جائے اور ناقص طریقے سے نہیں، کامل

---

(۱) خود اپنی ذات کی آمد پر بھی کھڑے ہونے کو پسند نہیں فرماتے ہیں

(۲) التحیات کے بعد

عبادت اور کامل طریقوں سے انجام دینا ہی اس کے منافع کا حاصل کرنا ہے اوپر کے بیان میں غور کرنے سے آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس عبادت کے اجزا میں سے اگر بعض کو اختیار کرنا ہی ہے تو اہم ترین کا اہم درجہ دے کر اور اس سے کم کو کم۔

ورنہ ہر ہر مسلمان کیلئے ذکر رسول پورا پورا پوری طرح اور تمام ذرائع سے ہر وقت ہر سیکنڈ ہونا ضروری ہے یہی فلاح و کامیابی کا چودہ سو سالہ کامیاب اوت کیمیاوی نسخہ ہے اللہ تعالی ہم سب کو اس کی پوری شکل سے ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

عصمت انبیاء

مواجہہ شریف میں سلام

رفعت ذکر کا مرتبہ یہ ملا
نام ساتھی ہے اللہ کے نام کا
آپ کا حکم گویا ہے حکم خدا
خود خدا آپ کی کر رہا ہے ثنا
اے حبیب خدا روز و شب صبح و شام
تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

مفتی جمیل احمد تھانوی

عصمت انبیاء علیہ وسلم صلی اللہ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی نور اللہ مرقدہ

تمہید

یہودیوں اور نصرانیوں نے تو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معصوم ہونے کا انکار کیا ہے اور توریت میں ان کے معاصی بہت سے نقل کئے ہیں وہاں سے بعض مسلمانوں پر اس کا اثر پڑا خصوصا ان لوگوں پر جنہوں نے کل عمریں اسکولوں کالجوں میں بسر کر دیں اور انہی کے خوشہ چینیوں کی باتیں کانوں میں پڑی ہوئی تھیں اس لئے ضروری ہوا کہ ان کی اور معتزلہ (قدیم عقلی فرقہ) کی آنکھیں کھولنے کیلئے قرآن مجید واحادیث اور عقل سے۔ان حضرات کی عصمت کا ضروری ہونا نبوت سے قبل بھی، بعد بھی صغیرہ گناہوں سے بھی، کبیرہ گناہوں سے بھی ثابت کر دیا جائے۔[۱]

مسارعت فی الخیر عصمت کی دلیل ہے

حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں ارشاد الٰہی ہے

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ (انبیاء :آیت ۹)

"یہ سب کے سب خیر کی باتوں میں جلدی کرنے والے تھے"

---

[۱] حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے اس مضمون میں قرآن پاک کی ۵۱ آیات اور ۱۸ حدیثوں اور فقہ کی عبارات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کا ہر قسم کے گناہ سے بچا ہوا ہونا ثابت کیا ہے اور معترضین کے اشکالات کا جواب بھی دیا ہے۔

خیر کی باتیں عام ہیں کرنے کی ضروری غیر ضروری اور مفید ضروری غیر ضروری سب ان میں داخل ہیں اور چھوڑنے کی ضروری اور ہلکی باتوں کا چھوڑنا بھی داخل ہے اس لئے تمام انبیاء خیر کے چھوٹے بڑے سب کاموں کے کرنے میں اور بچنے کے چھوٹے بڑے سب کاموں سے بچنے میں بہت سرعت کرنے والے تھے تاخیر تک گوارا نہ تھی اس لئے ہر گناہ کے صغیرہ ہو یا کبیرہ قبل نبوت بعد نبوت اس سے بچنے میں خوب جلدی والے تھے پاک تھے معصوم تھے [۱]

انتخاب الٰہی عصمت کی دلیل ہے

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ (ص :آیت ۴۷)

"یہ سب کے سب ہمارے چنے ہوئے بہت نیک تھے۔"

بندوں سے صاف پاک کا چننا انتخاب کرنا اعلیٰ سے اعلیٰ کو ہوتا ہے اور بہت نیک بہت عبادت کرنے والے ہر ہر گناہ سے ہر وقت بچنے والے ہی تو ہوتے ہیں تو سب معصوم تھے۔ صفا کے معنی ہیں پاک ہوا اور اصطفا صاف پاک کو

---

[۱] اچھائی کی باتوں کی مختلف قسمیں ہیں پہلی قسم (۱) اچھی بھی ہیں اور اختیار کرنا ضروری بھی ہے چاہے فائدہ مند ہوں نہ ہوں دوسری قسم (۲) اچھی تو ہیں اختیار کرنا ضروری نہیں ہے تیسری قسم (۳) فائدہ مند ہیں اور اختیار کرنا ضروری ہے چوتھی قسم (۴) فائدہ مند تو ہیں اختیار کرنا ضروری نہیں۔ اسی طرح دو قسمیں اور ہیں پانچویں قسم (۵) کہ جنکا چھوڑنا ضروری چھٹی قسم (۶) جنکا چھوڑنا ضروری تو نہیں لیکن بہتر ہے اور یسارعون فی الخیرات میں سب داخل ہیں معلوم ہوا کہ کسی بھی قسم کا چھوٹے سے چھوٹا گناہ اور چھوٹے سے چھوٹی برائی بھی آپ اختیار نہیں کرتے۔ کیونکہ برائی کا اختیار کرنا خیرات (یعنی اچھائی کو چھوڑنا) ہے اور آیت سے معلوم ہوا کہ آپ کسی خیر کو چھوڑتے نہیں تھے تو ثابت ہوا کہ آپ سب گناہوں سے معصوم تھے۔

چننا۔[۱]

انبیاء کا حزب اللہ میں سے ہونا عصمت کی دلیل ہے

مجرم گروہ کو فرمایا:

اولٰئِکَ حِزْبُ الشَّیْطَانِ اَلَااِنَّ حِزْبَ الشَّیْطَانِ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ (مجادلہ آیت ۱۹)

"یہ لوگ شیطان کے گروہ ہیں سن لو شیطان کے گروہ خسارے میں ہیں"

اور نیک گروہ کیلئے فرمایا:

اولٰئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (مجادلہ :آیت ۲۲)

"یہ لوگ اللہ کے گروہ ہیں سن لو اللہ کے گروہ ہی پوری کامیابی میں ہیں۔"

اور کھلی بات ہے کہ شیطان کا گروہ وہ ہے جو شیطان کو راضی کرنے والے کام کرے اور شیطان کو راضی کرنے کے کام گناہ ہیں جو گناہ کا ارتکاب کرلے گا وہ شیطان کے گروہ سے ہے اور اس کا نتیجہ لازم ہوگا کہ وہ انتہائی خسارہ میں ہے اور

---

[۱] ایک عام آدمی بھی جب اپنے کسی کام کیلئے کسی کو منتخب کرتا ہے تو موجودین میں سے جو سب سے بہتر ہو اسکا انتخاب کیا کرتا ہے اسی وجہ سے تمام ادارے اور حکومتیں انٹرویو کیا کرتی ہیں تاکہ خوب سے خوب تر کا انتخاب کیا جا سکے، نبوت بھی چونکہ انسان کا اختیاری وصف نہیں، ہے بلکہ نبی اللہ کا منتخب بندہ ہوتا ہے جو اس کے احکامات مخلوق تک پہنچاتا ہے تو اگر اس سے گناہ کا صدور ہو سکتا تو وہ اللہ کی مخلوقات میں سب سے بہتر نہ ہوا۔ اور خدا پر یہ الزام آیا کہ اس نے غلط شخص کا انتخاب کیا انسان کے انتخاب میں تو غلطی کا امکان اسکی کم علمی کی وجہ سے ہوتا ہے اور اللہ کا علم چونکہ محیط ہے اس لئے اس میں غلطی کا امکان ہی نہیں۔ اس لئے نبی کا قبل از نبوت وبعد از نبوت ہر گناہ سے معصوم ہونا ضروری ہے، جیسا کہ آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نبی اللہ کا چنا ہوا ہوتا ہے۔

امت کے نیکوں کیلئے یہ نتیجہ ہوگا کہ پوری کامیابی میں ہیں اگر انبیاء علیہم السلا معصوم نہ ہونگے تو ناکام اور سخت ٹوٹے میں ہونے کو ماننا ہوگا العیاذ باللہ دوسرے یہ لازم آئے گا کہ ان رسول علیہم السلام سے ان کے ہر ہر امتی جو نیک نیک ہونگے نہایت کامیاب اور اعلیٰ درجوں میں نبی علیہ السلام سے افضل ہونگے جسے کوئی مسلمان یا کوئی ذی عقل وہوش گوارا نہیں کر سکتا اسلئے سب معصوم ہیں۔[۱]

انبیاء کا فرشتوں سے افضل ہونا عصمت کی دلیل ہے

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحاً وَّاٰلَ ابراھیم وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلیٰ الْعالمیْن (آل عمران :آیت ۳۳)

"بیشک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدمؑ کو نوحؑ کو اولاد ابراہیمؑ کو اور اولاد عمرانؑ کو سارے عالم جہانوں پر۔"

معلوم ہوا یہ حضرات انبیاء علیہم السلام سب جہانوں سے افضل ہیں اس لئے کہ ملائکہ سے بھی افضل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ملائک کیلئے فرمایا :

لَا یَعْصَوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُوْمَرُوْنَ

---

[۱] اوپر کی دونوں آیات میں دو گروہوں کا ذکر ہے ایک شیطان کا گروہ دوسرا رحمان کا گروہ، گناہگار گروہ شیطان میں سے ہیں اور نیک صالحین گروہ رحمان میں سے تو اگر نبی سے گناہ صادر ہوسکتا تو نعوذ باللہ وہ گروہ شیطان میں سے ہوئے اسلئے ان کو گناہوں سے معصوم ماننا ضروری ہے دوسرا اعتراض یہ لازم آتا ہے کہ اگر نبی سے گناہ صادر ہوگا تو وہ خسارے والوں میں سے ہوگا اور اسکے امتی جو صالحین ہوں گے وہ کامیاب اور اعلیٰ درجہ پر ہونگے تو ان کا نبی سے افضل ہونا ثابت ہوگا جو بالکل غلط ہے اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ نبی سے گناہ چھوٹا بڑا کوئی نہیں ہوسکتا۔

ذرا نافرمانی نہیں کرتے کھلی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو فوراً بجا لاتے ہیں۔ حکم کی فرمانبرداری کرنا نافرمانی سے بچنا لازم ہے تو افضل حضرات کیلئے بدرجہ اولی لازم ہے۔ ؂۱

انبیاء کا دوزخ کی آگ سے محفوظ ہونا عصمت کی دلیل ہے

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا (جن :آیت ۲۳)

''اور جو رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کیلئے جہنم کی آگ ہے مدت تک اس میں رہے گا۔''

اور تمام امت کے نزدیک حضرات انبیاء علیہ السلام جہنم کے مستحق نہیں ہیں تو وہ نافرمانی نہیں کرسکتے اور بالکل معصوم ہونگے ورنہ اس آیت سے جہنم کے مستحق ہوتے جب یہ نہیں تو گناہ کا ان سے صدور بھی نہیں ہوسکتا۔ ؂۲

انبیاء کا لعنت سے پاک ہونا عصمت کی دلیل

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (ہود :آیت ۱۸)

''سن لو خدا کی لعنت ہے ظالموں پر''

؂۱ انبیاءؑ سب فرشتوں بلکہ سب مخلوقات سے افضل ہیں جب فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرسکتے جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے تو انبیاء بھی اللہ کی کسی قسم کی نافرمانی نہیں کرسکتے نہ قبل از نبوت نہ بعد از نبوت اس لئے کہ وہ ہر وقت فرشتوں سے افضل ہیں

؂۲ جس سے گناہ کا صدور ہوگا وہی جہنم میں جائے گا اور انبیاء چونکہ مستحق جہنم نہیں اسلئے ان سے گناہ کا صدور بھی ممکن نہیں ہے۔

اِنَّ الشرک لَظلم عَظیم (لقمان :آیت ۱۳)

"بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے"

اور سب گناہگار حسب مرتبہ ظالم ہیں اور ہر ظالم پر لعنت ہے حضرات انبیاء علیہ السلام پر لعنت نہیں ہو سکتی وہ پاک صاف چنے ہوئے اور خیار ہیں لہذا ان سے یہ سبب لعنت یعنی کوئی گناہ بھی نہیں ہو سکتا۔ [1]

انبیاء کا عمل ان کے علم کے مطابق ہونا عصمت کی دلیل ہے

اَتَاْ مُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتَاب اَفَلَا تَعْقِلُوْن (البقرۃ :آیت ۴۴)

یہود کو فرمایا "کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو حالانکہ اللہ کی کتاب پڑھتے ہو کیا تم عقل نہیں رکھتے"

یہود کے بد عمل علماء کو یہ ڈانٹ اور جرم بتایا ہے اگر انبیاء معصوم نہ ہوں خود گناہ کریں اور لوگوں کو گناہ سے روکیں تو یہ ڈانٹ اور مجرمیت ان پر بھی لگ جائے گی اور یہ ناممکن ہے تو نبیوں سے گناہ کا صدور عادۃ ناممکن ہے اور سب معصوم ہیں۔ [2]

---

[1] لعنت کا سبب اصل میں ارتکاب گناہ ہوتا ہے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اور انبیاء چونکہ اللہ کے منتخب کردہ ہوتے ہیں اس لئے ان سے اس سبب لعنت کا ارتکاب ہی نہیں ہو سکتا ورنہ اللہ پر اعتراض لازم آئے گا اس لئے ان کو ہر صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے معصوم ماننا ضروری ہے۔

[2] قرآن پاک کی اس آیت میں ان علمائے یہود کی برائی بیان کی جارہی ہے جو لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور نبی چونکہ اپنی امت کو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کا حکم کرتا ہے اگر خود اس سے گناہ کا صدور ہو خواہ وہ گناہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو تو وہ اس وعید کا مورد بنے گا اس لئے لازمی ہے کہ نبی کو ہر گناہ سے معصوم مانا جائے۔

نبی سے گناہ کا ارادہ بھی ممکن نہیں

وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْھَاکُمْ عَنْہُ (ہود آیت ۸۸)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ارشاد ہے میں نہیں ارادہ کر سکتا کہ تمھارے خلاف جس چیز سے تم کو روکتا ہوں اس میں لگ جاؤں۔"

اس لئے جس چیز سے حضور نے مسلمانوں کو منع کیا ہے گناہ بتایا ہے ان میں لگنے کا ارادہ نہیں فرما سکتے بالکل معصوم رہیں گے۔

نبی کا مقتداء ہونا اس کی عصمت کی دلیل ہے

اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (البقرۃ آیت ۱۲۴)

"میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں"

حضرت ابراہیم کو فرمایا اور امام سب کا مقتداء ہوتا ہے تو سب پر لازم ہوا کہ ان کی اقتداء کریں اگر نبیؑ سے گناہ سرزد ہو سکے تو سب پر لازم آئے گا کہ اسکی بھی اقتداء کریں تو یہ بجائے دیندار بنانے کے گناہ کا سبب ہو جائیں گے اس لئے ہر گناہ سے محفوظ رہنا لازم ہے یہی حال باقی انبیاء کا ہے۔ [۱]

کوئی گناہ گار نبی نہیں ہو سکتا

لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ (البقرۃ آیت ۱۲۴)

"میرا (یہ) عہدہ (نبوت) خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا"

---

[۱] نبی کے ہر عمل کا اتباع واجب ہے اس لئے کہ وہ مقتدا یعنی پوری امت کا امام ہے اور امام کا اتباع واجب ہوتا ہے تو اگر نبی سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہو تو پھر اس گناہ کا اتباع بھی واجب ہوگا۔ تو پھر نعوذ باللہ نبی گناہ کا سبب بن کر دوزخ میں پہنچانے کا سبب بن جائے گا۔ اس لئے اس کا معصوم ماننا ضروری ہے۔

عہدہ نبوت مراد ہو تو یہ صاف ہے کہ ہر گناہ ظلم اور گناہ گار ظالم ہے کوئی گناہگار نبی نہیں ہو سکتا لہذا کوئی نبی گناہ گار نہیں ہو سکتا سب کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

نمونہ قرار دیا جانا عصمت کی دلیل ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب: آیت ۲۱)

"تمہارے لئے رسول اللہ بہترین نمونہ ہیں"

قرآن علمی دین ہے حضور ﷺ کی ذات عملی دین ہے کہ ہر ہر بات ہر ہر فعل ہر ہر پسند کو دین کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اگر نبی ﷺ سے معصیت کا صادر ہونا درست ہو سکتا ہو گا تو معصیت کو عملی دین کا نمونہ بنانا ہو گا اور وہ حرام تھا تو حرام کا حلال بنانا لازم آیا جو اجتماع نقیضین ہے محال ہے اس لئے صدور معصیت محال ہے۔ [۱۰]

اللہ کی محبوبیت اتباع نبوی میں مضمر ہونا عصمت کی دلیل ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران آیت ۳۱)

"آپ کہہ دیجئے اگر تم لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم کو محبوب بنائیں گے"

---

[۱۰] نبی کا ہر عمل انسان کیلئے نمونہ ہے اور اختیار کرنے کے قابل ہے نبی کی ذات قرآن کی تفسیر ہے اور قرآن میں ارتکاب گناہ سے منع کیا ہے اگر نبی سے گناہ کا صدور مانا جائے تو پھر اس کا اتباع نمونہ ہونے کی وجہ سے واجب ہو گا اور وہ حکم قرآن پاک کے خلاف۔ تو دو متضاد باتوں کا ماننا لازم آتا ہے اس لئے نبی کو معصوم مانا جائے تاکہ ہر عمل میں وہ نمونہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا حضور ﷺ کے اتباع سے ہے اور اتباع ہر وہ کام کرنا ہے جو آپ کرتے ہیں والعیاذ باللہ اگر حضور سے گناہ کا صدور ہو سکے گا تو اس کا بھی اتباع ثواب ہو گا بلکہ محبوب الٰہی بننے کا ذریعہ ہو گا حالانکہ ہر گناہ مبغوض ہونے کا ذریعہ ہے تو مبغوض کا محبوب بننا لازم آئے گا یہ محال ہے تو گناہ کا صدور محال پھر اتباع واجب تو حرام کا واجب ہونا لازم آیا یہ بھی محال ہے یہ حکم سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے ہے۔ [۱]

ایذاء نبی کا حرام ہونا عصمت کی دلیل ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (احزاب: آیت ۵۷)

”ضرور ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیں گے اللہ تعالیٰ ان پر دنیا وآخرت میں لعنت فرمائیں گے۔“

ہر نبی کو اذیت دینا حرام ہے دنیا وآخرت کی لعنت کا ذریعہ ہے اگر کسی نبی سے کبیرہ گناہ سرزد ہو گا تو گناہ پر تعزیر واجب ہے اس پر تعزیر یعنی اذیت دینا واجب ہوا تو لازم آئے گا کہ اذیت حرام بھی ہو واجب بھی ہو دونوں کا جمع ہونا محال تو گناہ کا صدور محال ہوا۔

حدود اللہ پانچ ہیں (۱) رجم (۲) ہاتھ کاٹنا (۳) قتل یا سولی یا ہاتھ پیر کاٹنا (۴) اسی کوڑے (۵) حد شراب۔ ان کا نافذ کرنا ہر اسلامی حکومت پر فرض

---

[۱] نبی ﷺ کے اتباع سے آدمی اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو اگر آپ سے گناہ کا صدور ہو تو گناہ کا اتباع بھی واجب ہو گا اور ذریعہ ہو گا اللہ کے محبوب بننے کا حالانکہ گناہ کا ارتکاب کر کے آدمی اللہ کا محبوب نہیں ہو سکتا اس لئے نبی کو معصوم ماننا ضروری ہے۔

ہے اگر العیاذ باللہ کسی بھی نبی سے یہ سر زد ہو سکے گا تو انکا اجرا فرض ہے اور ان کی اذیت حرام دونوں کا جمع ہونا محال ہے لہذا ایسے گناہ کا ان سے صدور محال ہے۔ ١

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں پر گواہ ہونا آپ کی عصمت کی دلیل ہے

اِن جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ فَتَبَیَّنُوْا (حجرات آیت ٦)

"اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لادے تو اسکی تحقیق کر لو یعنی فوراً قبول نہ کرو"

اگر نعوذ باللہ کسی نبی سے کوئی گناہ صادر ہوگا اور وہ فاسق ہو جائے گا تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہو سکے گی حالانکہ ارشاد ہے: لِتَکُوْنُوْا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاس وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا (البقرۃ آیت ١٤٣)

"تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوں"

اگر گناہ کا صدور کسی نبی سے ہو سکے گا تو لازم آئے گا کہ مقبول الشہادۃ بھی ہو اور مقبول الشہادۃ نہ بھی ہو تو نقیضوں کا جمع ہونا محال لہذا گناہ کا صدور محال۔ ١

---

١ نبی کو تکلیف پہنچانا حرام ہے اور گناہ کے ارتکاب پر حد جاری کی جاتی ہے یا تعذیر (یعنی قاضی کوئی سزا متعین کرتا ہے) جس سے مرتکب گناہ کو تکلیف پہنچانا اور دوسروں کیلئے باعث عبرت بنانا مقصود ہوتا ہے تو اگر نبی سے گناہ سر زد ہو تو خدانخواستہ اس پر بھی حد یا تعذیر جاری کی جائیگی جو اس کی تکلیف کا باعث ہوگی اس لئے معلوم ہوا کہ اس قسم کے کسی فعل کا ارتکاب ہی نہیں ہو سکتا اور وہ سب گناہوں سے پاک ہیں

اگر کسی نبی سے گناہ کا صدور ہو سکے گا تو غیر مقبول الشہادۃ آیت بالا سے بنے گا حالانکہ نبوت ورسالت کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ اس کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالی نے تم پر یہ حکم مشروع کئے ہیں گناہوں سے غیر مقبول ہونے کی وجہ سے ادائے رسالت میں غیر مقبول ہوں گے یعنی نبی ورسول ہی نہ رہیں گے اس لئے گناہوں کا صدور نہ ہونا ماننا ہوگا تا مقبول اور نبی ورسول رہ سکیں جو ضروری ہے۔

ازواج مطہرات کو صدورِ گناہ پر دو چند عذاب کی تھدید عصمت کی دلیل ہے

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَّاتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيَّنَةٍ يُضَاعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ (احزاب: آیت ۳۰)

"اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی فحش حرکت کرے گی تو اس کے لئے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا۔"

جب نبی کے تعلقِ شدید کی وجہ سے ہر گناہ کا عذاب دوگنا کیا جاتا ہے تو خود نبی کیلئے گناہ کا عذاب کس قدر بے انتہا ہوگا اگر گناہ کا صدور مانا جائے گا تو انتہا درجہ کا عذاب ماننا ہوگا جو کھلا باطل ہے اور پھر امتیوں کو چونکہ قرب کا وہ درجہ میسر نہیں تو ان کا عذاب نبی سے کم ہوگا، تو اس معاملہ میں نبی سے ہر امتی بلکہ شدید

---

[1] گناہگار فاسق ہوتا ہے جس کی گواہی معتبر نہیں ہوتی اور آپ ﷺ کی شہادت تو قیامت میں اولین وآخرین کے حق میں قبول کی جائیگی اور معلوم ہوا کہ آپؐ سے کسی بھی گناہ کا ارتکاب ممکن نہیں اور اگر غیر مقبول الشہادۃ مانا جائے تو رسالت بھی ایک شہادت ہے اس کا بھی اعتبار نہیں ہوگا۔ اس لیے معصوم ماننا ضروری ہے۔

گناہگار امتی کا ہر نبی سے کہ عذاب میں افضل ہونا لازم آئے گا جو ساری امت میں سے کوئی گوارا نہیں کرسکتا۔ [۱۰]

ظالمین کے اتباع کی ممانعت عصمت کی دلیل ہے

وَلا ترکَنُوٓا اِلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمۡ مِنۡ دُوۡنِ اللہ مِنۡ اَوۡلِیَاءَ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡن (ھود آیت ۱۱۳)

"اور تم ان لوگوں کی طرف مت جھکو جنھوں نے ظلم کیا ہے کہ پھر تم کو دوزخ چھو لے گی اور اللہ تعالی کے سوا تمہارے لئے کوئی راستہ نہ ہوگا پھر تم مدد نہ کئے جاؤ گے۔"

ہر گناہ ظلم ہے اگر کسی نبی سے کوئی گناہ صادر ہوسکے گا تو وہ ظلم والے ہوں گے ان کی طرف جھکنا بھی حرام ہوگا۔ جبکہ حکم یہ ہے :

وَمَا اَرۡسَلۡنَامِنۡ رَسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللہِ (نساء آیت ۶۴)

"نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسی سے اس کی اطاعت کی جائے خدائی اجازت سے"

حکم یہ ہے کہ ہر رسول کی فرمانبرداری ضروری ہے اگر نعوذباللہ کوئی نبی بھی گناہ سے ملوث ہو یا اس کی بات کرے گا تو اس کی بھی اطاعت لازم ہوگی اور

---

[۱۰] آپ ﷺ کے ساتھ نسبت زوجیت کے قائم ہونے پر ہی یہ دھمکی دی جارہی ہے کہ اگر گناہ کا ارتکاب کیا تو دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ سخت عذاب ہوگا جب ایک نسبت کی وجہ سے عذاب بڑھ گیا ہے تو خود صاحب نسبت سے گناہ کا صدور ہونا ماننے پر عذاب شدید ماننا لازم آئیگا کہ وہی گناہ کوئی اور امتی کرے عذاب کم ہو نبی کرے تو زیادہ اس سے امتی کا نبی سے افضل ہونا لازم آتا ہے جس کا کوئی قائل نہیں اس لئے نبی کو ہر گناہ سے معصوم ماننا لازم ہے

اس آیت سے ان کی طرف مائل ہونا بھی حرام دونوں کا جمع ہونا محال تو گناہوں کا صدور محال اور جامع صغیر للسیوطی میں حضرت انسؓ سے حضور ﷺ کا ارشاد روایت ہے کہ: لَایُوْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَلَدِهٖ وَ وَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بیہقی، احمد، ابن ماجہ، نسائی)

"تم میں سے کوئی پورے ایمان والا نہ ہوگا یہاں تک کہ میں اس کیلئے اولاد اور باپ اور سب آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"

اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ سے محبت فرض ہے تو اس طرف نہ جھکنا فرض ادھر محبت فرض یہ محال گناہ کے صدور سے ہی لازم آیا گناہ کا صدور محال اور عصمت فرض ہے۔[۱]

آپ ﷺ کا رحمت للعلمین ہونا عصمت کی دلیل ہے

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انبیاء: آیت ۱۰۷)

"نہیں رسول بنایا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کی رحمت کیلئے"

اور جو گناہوں سے ملوث ہو وہ رحمت نہیں زحمت بنتا ہے اس لئے معصوم ہونا ضروری ہے۔

نبی کا صرف وحی الٰہی کا اتباع کرنا عصمت کی دلیل ہے

---

[۱] آیت بالا و حدیث کی روشنی میں نبی کا اتباع اور اس سے محبت رکھنا لازم ہے اور ایمان کا جز ہے اور جو گناہ کا مرتکب ہو وہ ظالم۔ مذکورہ آیت کی روشنی میں ظالم کی طرف مائل ہونا بھی دوزخ میں پہنچانے کا ذریعہ ہے نعوذ باللہ اگر نبی سے صدور گناہ کا امکان مانا جائے تو وہ ظالم ہے اور ان کا اتباع دوسری آیت کی رو سے واجب ہوا اس آیت سے ممانعت معلوم ہو رہی ہے تو اجتماع ضدین ہوا جو محال ہے اس لئے نبی کو معصوم ماننا ضروری ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوحٰی اِلَیَّ (انعام :آیت ۵۰)

''میں نہیں اتباع کرتا ہوں مگر اسی کا جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔''

لہذا کسی گناہ کا اتباع نہیں کسی شیطانی انسانی وسوسہ کا اتباع نہیں صرف وحی کا اتباع اور اللہ تعالی کا نقل فرمانا دلیل ہے کہ صرف وحی کا اتباع ہے۔

وہ آیات جن میں اللہ تبارک و تعالی نے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو دلیل ہیں اس کی کہ ہر بات میں حضور ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری سب پر فرض ہے اگر حضور ﷺ سے کوئی گناہ کی بات صادر ہو سکتی تو اس کی بھی اطاعت کا حکم بنتا ہے تو حق تعالی کی طرف بھی گناہ کی اطاعت کا فرض منسوب کرنا پڑے گا اور یہ محال ہے تو حضور ﷺ سے معصیت کا صدور محال اور عصمت لازم ہے۔

نبی کی اطاعت کا حکم دینا اس کی عصمت کی دلیل ہے

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (پارہ ۴،رکوع ۵)

''اور تم سب کے سب اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔''

معلوم ہوا کہ ہر فرمانبرداری رحم کئے جانے کا ذریعہ ہے اگر حضور ﷺ سے گناہ سرزد ہو سکتا تو اس کی اطاعت رحم کا ذریعہ بنتا اور یہ ناممکن ہے کہ عذاب رحم بن جائے اس لئے صدور گناہ محال ہے۔

اطاعت رسول پر ہمیشہ کی کامیابی عصمت کی دلیل ہے

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَمَنْ یُّطِعَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھَارُ خَالِدِیْنَ فِیْھَا وَ ذٰالِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (پارہ ۴ رکوع ۱۳)

''یہ ہیں اللہ کی حدیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طاعت کریگا اللہ تعالی

اس کو ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔"

اطاعت نبی ہمیشہ کی جنت اور بڑی کامیابی ہے اگر معصیت کا صدور ہو سکے گا تو اس کی اطاعت بھی ہمیشہ کی جنت اور کامیابی عظیم ہوتی گناہ کیلئے یہ محال تو گناہ کا صدور محال اور عصمت لازم ہے۔ ۱؎

اشکال کا جواب

یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ وَ اُوْلِی الْاَمْرِ منکمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلاً (پارہ ۵ رکوع ۵)

"اے مسلمانو اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنوں میں سے ان کے حکم والوں کی اطاعت کرو پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور قیامت کے دن پر یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور حق کی طرف رجوع کی عمدہ صورت ہے۔"

پھر اطاعت کا حکم ہو کر وہی خرابی لازم آئے گی گناہ کا صدور جائز کیا جائے گا تو محال لازم آئے گا گناہ کا اسلئے صدور ممتنع ہوا۔ سوال ہو سکتا ہے کہ اولی الامر کی اطاعت کا بھی حکم ہے ان کے گناہ کی اطاعت میں بھی

۱؎ جیسا پیچھے آیات میں گذر چکا کہ نبی کی اطاعت واجب ہے اس آیت میں بتایا کہ اس کی اطاعت ہی میں ہمیشہ کی کامیابی کا مدار ہے اگر گناہ کا صدور نبی سے مانا جائے اس کی اطاعت بھی واجب ہوگی اور اس پر بھی ہمیشہ کی کامیابی کا مدار ہوگا جس کا کوئی قائل نہیں اس لئے معصوم ماننا ضروری ہے

یہ ہوگا تو کیا وہ بھی معصوم ہیں جواب اولی الامر خدا ور سول کے حکم والے ہیں خواہ مجتہدین ہیں یا اسلامی حکام اس میں انہی کی اطاعت ہے یعنی ان کے حکم کی اطاعت ہے نہ کہ شخصوں کی۔ [۱]

ہر نبی کی اطاعت کا حکم عصمت کی دلیل ہے

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ (پارہ ۵ رکوع ۶)

"اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس لئے کہ اللہ کی اجازت سے اس کی اطاعت کیجائے۔"

جب ہر نبی صرف اطاعت کیلئے ہیں تو خیر میں شر میں بھی اطاعت کی جائے گی اور شر صادر ہو سکے گا اس کی اطاعت لازم ہو کر اللہ تعالی کی طرف سے گناہ کا حکم ہونا لازم آئے گا لہذا گناہ ممتنع اور صرف خیر کی اطاعت ہی ہے اس لئے عصمت حق ہے۔

نبی سے گناہ صادر ہونا ممکن ہی نہیں

وَمَنْ يُطِعِ اللهَ والرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِن النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (پارہ ۵ رکوع ۶)

"اور جو لوگ اطاعت کریں گے اللہ اور رسول کی تو یہ لوگ ان حضرات کے

---

[۱] چنانچہ حکام اور مجتہدین بھی اگر اللہ کے حکم کے خلاف کوئی حکم دیں اسکا اتباع واجب نہیں لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق (اللہ کی نافرمانی کر کے کسی مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں اور جب اللہ کے حکم کے مطابق کوئی حکم دیں تو اس کا اتباع اصل میں اللہ ورسول ہی کا اتباع ہے۔

ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے انبیاء صدیقین شہید لوگ اور نیک بندے اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔"

اطاعت عام ہے شر کے صدور پر اس کی اطاعت لازم اور ان کی معیت اور رفیق ہونا لازم ہوگا جو شر و معصیت کیلئے محال ہے اس لئے معصیت محال اور عصمت لازم ہے۔

اطاعت رسول کا اطاعت اللہ قرار دینا عصمت کی دلیل ہے

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظاً (پارہ ۵ رکوع ۸)

"جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی بھی اطاعت کی اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے آپ کو ان کا محافظ بنا کر نہیں بھیجا۔"

معلوم ہوا اطاعت رسول اطاعت خدا ہے تو اگر معصیت کا صدور ممکن مانا جائے گا تو اسکی اطاعت بھی خدا تعالیٰ کی اطاعت کہنی پڑے گی جو محال ہے۔

مخالفت نبی کا سببِ جہنم ہونا اس کی عصمت کی دلیل ہے

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَ تْ مَصِيْراً (پارہ ۵ رکوع ۱۳)

"اور جو خلاف کرے گا رسول کے اس کے بعد کہ اس کیلئے ہدایت ظاہر ہو چکی ہے اور مسلمانوں کے طریقہ کے غیر کا اتباع کرے گا تو ہم وہ جو اختیار کرتا ہے اسی کی مختار بنا دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کر دیں گے اور جہنم تو بہت برا ٹھکانا ہے۔"

اگر نبی سے گناہ کا صدور ممکن ہو گا تو اس کی یہی مخالفت جہنم کا سبب بنے گی اور معصیت کی مخالفت یعنی نیکی جہنم کا سبب نہیں بن سکتی اس لئے صدور معصیت نبی سے ممنوع ہو گا۔ ۱۰

وَاَطِیْعُوْ اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْ الرَّسُوْلَ واحذرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْآ اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلنا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ☆ (پارہ ۷ رکوع ۲)

"اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور ان کے رسول کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو پھر اگر تم منہ پھیر لو گے تو یقین رکھو کہ ہمارے رسول پر تو صرف کھلے احکام کا پہنچا دینا ہی ہے۔"

اطاعت نبی عام ہو گی اگر نبی سے صدور معصیت ہو گا تو اس کی اطاعت بھی لازم ہو گی پھر حذر اور ڈر تو نا ممکن ہو گیا اس پر عمل نہ ہو سکے گا منہ پھیرنا اور عذاب لازم ہو گا اس لئے نبی سے صدور معصیت بھی ممتنع ہو گا۔

اتباع رسول کا مکمل کامیابی ہونا عصمت کی دلیل ہے

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَ الْاُمِیَّ الَّذِیْ یَجدونَہٗ مَکْتُوْباً عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ یُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَاتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْھِمِ الْخبائِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِم فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَ عَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبِعُوْا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَہٗ اُولٰئِکَ ھُمُ

---

۱۰ نبی کی اطاعت چونکہ واجب ہے اگر گناہ کا صدور ممکن مانا جائے اس کی اطاعت بھی واجب ہوتی ہے اب اگر آدمی وہ گناہ نہیں کرتا جسکا صدور نعوذباللہ نبی سے مانا گیا ہے تو وہ نیکی کرتا ہے اور اس نیکی سے نبی کی مخالفت لازم آتی ہے جو سبب ہو گی اس کے جہنم میں جانے کا اور یہ ناممکن ہے تو یقیناً نبی کو گناہ سے معصوم ماننا پڑے گا تاکہ یہ اشکال لازم نہ آئے۔

الْمُفْلِحُوْن (الاعراف آیت ۱۵۷)

اہل کتاب کیلئے ارشاد ہے ”جولوگ ہمارے رسول نبی امی کا اتباع کریں گے جن کو وہ اپنے پاس تورات اورانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان پر حلال کرتے اور خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے (پہلے مذہب کی شدت) کا بوجھ اتارتے ہیں ان طوقوں کو بھی جو ان پر تھیں تو جو لوگ ان پر ایمان لائیں گے ان کی عزت کریں گے ان کی مدد کریں گے اور اس نور کی پیروی کریں گے جو ان پر نازل ہوا یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔“

حضور کا اتباع ہی پوری کامیابی ہے اگر معصیت کا صدور ہو سکے گا تو اس کا اتباع بھی پوری کامیابی کہنی پڑے گی اور یہ محال ہے تو معصیت کا صدور بھی محال اور عصمت لازم ہے۔

اتباع رسول کا وجوب، عصمت کی دلیل ہے

وَأَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (پارہ ۹ رکوع ۱۰)

”اور اللہ کی فرمانبرداری کرو اور ان کے رسول کی اگر تم مومن ہو“

معلوم ہوا مومن ہونے کی شرط نبی ﷺ کی فرمانبرداری ہے اگر وہاں کوئی معصیت کی بات ہو سکے گی تو اس کی فرمانبرداری بھی مومن ہونے کی شرط ماننی ہوگی اور وہ محال ہے تو حضور ﷺ سے صدور معصیت محال ہے۔

عصمت نبی کے انکار سے پیش آنے والی خرابیاں

پہلی خرابی

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَطِيْعُوْ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه‘ وَلَا تَوَلَّوْ عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ (پارہ ۹ رکوع ۱۷)

”اے ایمان والو اللہ اور ان کے رسول کی اطاعت کرو اور ان سے منہ نہ پھیرو حالانکہ تم سن رہے ہو۔“

اطاعت فرض منہ پھیرنا حرام ہے اگر معصیت کا صدور نبی سے ہو سکے گا تو اس کی اطاعت بھی فرض منہ پھیرنا حرام ہو گا اور یہ محال ہے لہذا معصیت کا صدور محال ہے۔

دوسری خرابی

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا تَخُوْنُوْ اللّٰه وَالرَّسُوْل وَتَخُوْنُوْآ اٰمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (پارہ ۹ رکوع ۱۷)

”اے ایمان والو تم اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو حالانکہ تم جانتے بھی ہو۔“

اگر رسول سے گناہ کا صدور ہو سکے گا تو اس کو بھی من و عن قبول کرنا لازم ہو گا ورنہ خیانت، حرام ہو گی تو گناہ کا کرنا حرام تو صدور بھی حرام ہے۔

تیسری خرابی

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَه‘ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه‘ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَاب (پارہ ۹ رکوع ۱۶)

”یہ آفت ان پر اس لئے ہے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کیا اور

جو بھی اللہ ورسول کے خلاف کرتا ہے تو اللہ تعالی بہت سخت عقاب والے ہیں۔"
نبی کے خلاف پر عذاب ہے اگر نبی سے صدور گناہ ہو گا تو اس کے خلاف پر یعنی اس سے بچنے پر عذاب ہونا لازم آیا مگر گناہ سے بچنے پر عذاب نہیں ہو سکتا۔

نبی کا نیکی کی دعوت دینا اس کی عصمت کی دلیل ہے

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَاَنَّهٗ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ☆ (پارہ ۹ رکوع ۱۷)

"اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی مان لو جب وہ تم کو دعوت دیتے ہیں ایسے کام کی جو تم کو زندہ کر دیتا ہے اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے درمیان حائل ہوتا ہے اور یہ کہ تم اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔"

اللہ رسول کی دعوت زندگی بخش کاموں کی ہی ہوتی ہے تباہ کرنے والے گناہوں کی طرف نہیں اس لئے نبی سے قولا و فعلا عملی دعوت گناہ کی نہیں ہو سکتی سو گناہ سے بری ہوں گے۔[۱]

ایک اشکال

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ☆ (پارہ ۹ رکوع ۲)

---

[۱] کسی کام کی تبلیغ و دعوت زبان سے ہوتی ہے یا عمل سے ہوتی ہے جب اللہ کا رسول زبان سے زندگی بخش کاموں کی دعوت دیتا ہے اور گناہ جو ہلاکت کے کام ہیں ان سے روکتا ہے تو عملی طور پر بھی گناہ کا صدور کر کے اس کی دعوت ہرگز نہیں دے سکتا۔

"اور تم اللہ اور ان کے رسول کی اطاعت کرو باہم نزاع نہ کرو کہ تم بزدل ہو جاؤ گے تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔"

اطاعت نبی نزاع سے بزدلی سے ہوا اکھڑ جانے سے بچاؤ اور صبر سے خدا کی معیت کا ذریعہ ہے اگر گناہ کا صدور ہو سکا تو ان کی اطاعت بھی بزدلی بے عزتی نزاعات کا سبب ہو گی جو نبی سے نہیں ہو سکتا۔ [١٠]

نبی کی مخالفت ہمیشہ کیلئے جہنم کا سبب ہے

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّہٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیْھَا ذٰلِکَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ (پارہ ١٠ ارکوع ١٤)

"کیا ان لوگوں نے نہیں جانا کہ جو اللہ اور ان کے رسول کے مخالفت کریگا تو اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں مدتوں رہے گا اور وہ بڑی رسوائی ہے۔"

معلوم ہوا کہ نبی کی مخالفت سے ہمیشہ کی جہنم اور بری رسوائی ہے اگر ان سے گناہ کا صدور ممکن ہو گا تو لازم آتا ہے کہ اس کی مخالفت یعنی نیکی بھی جہنم اور رسوائی کا ذریعہ ہیں اور یہ محال ہے تو صدور معصیت بھی محال ہے۔

---

[١٠] آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو نبی ﷺ کی اطاعت کریگا وہ نزاعات سے محفوظ رہے گا بزدلی سے بچے گا اور اللہ کی رحمت کا مورد ہو گا اگر نبی سے گناہ کا صدور ممکن ہو تو اس کی اطاعت واجب ہو گی اور گناہ کی مخالفت کرنا تو نیکی ہے پھر جب یہ اس گناہ کی مخالفت کریگا تو گویا وہ نیکی کریگا اور اس سے مخالفت کرے گا اور اس سے مخالفت نبی لازم آئے گی تو یہ کہنا پڑے گا کہ نیکی کرنا نزاعات اور برائی کا سبب ہے جس کا کوئی قائل نہیں اس لئے ضروری ہے کہ نبی کو معصوم مانا جائے

نبی سے گناہ صادر ہونا محال ہے

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (پارہ ۱۸ ارکوع ۱۳)

"اور جو اللہ کی اور ان کے رسول کی اطاعت کریگا اور اللہ سے ڈرے گا اور ان کا تقویٰ اختیار کریگا تو یہی لوگ کامیاب ہیں"

اطاعتِ نبی کامیابی ہے اگر گناہ کا صدور ہو سکے گا اور اس کی اطاعت کا کامیاب ہونا لازم آتا ہے جو محال ہے لہذا صدورِ معصیت ہی محال ہے۔

اطاعت نبی کا ذریعہ ہدایت ہونا معصوم ہونے کی دلیل ہے

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ط وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (پارہ ۱۸ ارکوع ۱۳)

"آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی، پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو نبی پر وہ ہے جس کا وہ ذمہ دار بنایا گیا ہے اور تم پر وہ ہے جس کے تم ذمہ دار بنائے گئے اور اگر تم نے نبی کی اطاعت کی تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور رسول پر تو صاف صاف حکم پہنچانے کے سوا کچھ نہیں"

نبی کی اطاعت ہدایت ہی کا ذریعہ ہے اگر گناہ کا صدور ان سے ہو سکے گا تو ہدایت کا ذریعہ نہیں ضلال کا ذریعہ ہونا لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔

اطاعت نبی کا رحمت ہونا معصومیت کی دلیل ہے

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (پارہ ۱۸ ارکوع ۱۳)

"اور تم نمازیں قائم کرو، زکوٰتیں دو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم رحم کئے جاؤ"

معلوم ہوا کہ اطاعتِ نبی رحمت کا ذریعہ ہے اگر نبی سے گناہ ہو سکے گا تو اس میں اطاعت رحمت کا ذریعہ نہیں ہو سکتی اس لئے گناہ کا صدور ہی نہیں ہو سکتا۔

نبی کی نافرمانی کرنا، گمراہی ہونا، اسکی عصمت کی دلیل ہے

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ ط وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا (پارہ ۲۲ رکوع ۲)

"نہیں ہو سکتا کسی مومن اور نہ مومنہ کیلئے جب اللہ اور ان کے رسول کوئی فیصلہ کر دیں کہ ان کو اپنے کلام میں اختیار ہو، اور جو اللہ اور ان کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی گمراہی سے گمراہ ہو گا۔"

نبی کی نافرمانی کھلا ضلال و گمراہی ہے اگر ان سے گناہ کا صدور ہوا تو اس کے خلاف و نافرمانی ہیں یعنی نیکی میں ضلال و گمراہی لازم آئی ہے اور یہ محال

ہے۔[1]

اطاعت نبی کا، کامیابی ہونا، عصمت کی دلیل ہے

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (پارہ ۲۲ رکوع ۶)
"اور جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کریگا تو وہ بہت بڑی کامیابی سے کامیاب ہوگا۔" اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی اطاعت عظیم ترین کامیابی ہے اگر ان سے معصیت کا صدور ہو سکا تو اس میں اطاعت کامیابی نہیں ہو سکتی اس لئے اس کا صدور نہیں ہو سکتا۔

اطاعت رسول نہ کرنے میں حبط اعمال ہونا، عصمت کی دلیل ہے

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ (پارہ ۲۶ رکوع ۸)
"اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے عملوں کو باطل نہ کرو۔"

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی اطاعت نہ کرنا تمام عملوں کے باطل ہونے کا سبب ہے اور اگر ان سے گناہ کا صدور ہو سکے گا تو اس کی اطاعت بھی لازم ہوگی ورنہ سب عمل باطل ہوں گے گناہ کا نہ ہونا محال تو گناہ محال ہے۔

---

[1] آیت سے معلوم ہوا کہ جو نبی کی نافرمانی کریگا کھلی گمراہی میں ہوگا اور جب نعوذباللہ نبی سے گناہ کا صدور ممکن ہو تو اس کی نافرمانی کرنا یعنی نیکی کرنا واجب ہے اور آیت سے نبی کی نافرمانی کرنا گمراہی ہوئی تو معلوم ہوا کہ ارتکاب نیکی گمراہی ہوگی اور اس کا کوئی قائل نہیں اس لئے لازم ہے کہ نبی کو معصوم مانا جائے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه' يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج
وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَاباً اَلِيْماً (پارہ ۲۶ رکوع ۱۰)

"اور جو بھی اللہ اور ان کے رسول کی اطاعت کریگا اللہ اس کو ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص ان سے منہ پھیر لے گا اس کو المناک عذاب دیں گے۔"

اطاعت نبی سے جنت، منہ پھیرنے سے عذاب ہے، تو ان سے گناہ سرزد ہو سکے گا تو اس کی بھی اطاعت لازم منہ پھیرنا عذاب ہوگا یہ محال ہے تو صدور گناہ کا محال ہے۔ [۱]

اطاعت رسول کی وجہ سے اعمال میں کمی نہ ہونا عصمت کی دلیل ہے

وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَه' لَا يَلِتْكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئاً اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۴)

"اور اگر تم اللہ اور ان کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تعالی تمہارے عملوں میں سے کسی چیز کی کمی نہ کریں گے بیشک اللہ تعالی بہت بخشنے والے اور رحم والے ہیں"

معلوم ہوا اطاعت سے کسی عمل کی کمی نہ ہو گی اگر گناہ کا صدور ہو سکے

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ اگر نبی سے گناہ کا صدور ممکن مانا جائے تو نبی کے ہر فعل کی اطاعت واجب ہونیکی وجہ سے اس فعل کی اطاعت بھی واجب ہو گی اور اس آیت کی رو سے اگر وہ اس کام کا اتباع نہیں کریگا تو گناہ گار شمار ہو گا تو اشکال ہوتا ہے کہ گناہ سے منہ پھیرنا تو نیکی ہے اس کے ارتکاب پر عذاب ہونا محال ہے تو معلوم ہوا کہ نبی سے گناہ صادر نہیں ہو سکتا۔

گا تو اسکی اطاعت سے بھی نہ کمی ہو گی نہ عدم بخشش، اور یہ احکام کے خلاف ہے اس لئے صدورِ گناہ محال ہے۔

اطاعت رسول کا حکم عصمت کی دلیل ہے

ءَ اَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰکُمۡ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَتَابَ اللّٰہُ عَلَیۡکُمۡ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ ؕ وَاللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ (پارہ ۲۸ رکوع ۲)

"کیا تم اس سے ڈر گئے کہ اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقے کر دو تو جب تم یہ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا ہے تو اب تم نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ اور ان کے رسول کی فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی خبر رکھتے ہیں۔"

یہاں اطاعت نبی کا حکم ہے اگر گناہ کا صدور ممکن مانا جائے گا تو اطاعت اس کی بھی فرض ہو گی گناہ کا فرض ہونا محال، تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے صدور محال ہے۔ [۱]

مخالفت نبی پر عقاب ہونا عصمت کی دلیل ہے

ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ ۚ وَمَنۡ یُّشَآقِّ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ (پارہ ۲۸ رکوع ۴)

"یہ وبال اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور ان کے رسول کی مخالفت کی ہے اور جو اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔"

---

[۱] اللہ پاک گناہ کرنے کا حکم دے یہ ناممکن ہے تو جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض قرار دی گئی معلوم ہوا کہ نبی سے گناہ صادر ہی نہیں ہو سکتا ورنہ اس گناہ کا کرنا فرض ہو گا جو عقلاً ناممکن ہے

جب نبی کی مخالفت پر شدید عقاب ہے تو اگر نبی سے صدور معصیت جائز کہا جائے گا تو اس کی مخالفت یعنی نیکی و تقوی پر عقاب شدید کہنا ہو گا یہ محال ہے تو نبی سے صدور معصیت ہی محال ہے۔[1]

نبی کا ہر حکم ماننا ضروری ہونا، عصمت کی دلیل ہے

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَاب (پارہ ۲۸ رکوع ۴)

"اور جو تم کو رسول دیں لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ اور تقوی اختیار کرو بیشک اللہ تعالی سخت سزا والے ہیں۔"

دینا، روکنا قول سے بھی ہوتا ہے فعل سے بھی ہوتا ہے اگر نبی سے گناہ کا صدور قرار دے دیا جائے تو وہ دینا روکنا بھی ضرور ماننا ہو گا کہ حکم کے تحت ہے تو تقوی اس پر عمل اور خلاف پر شدید عقاب ہوا اور گناہ پر عمل کا تقوی اور ترک پر شدید عقاب ہونا محال ہے تو گناہ کا صدور محال ہے۔[2]

رسول کا مبلغ ہونا اس کی عصمت کی دلیل ہے

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

---

[1] نبی کی مخالفت پر سخت عذاب کی وعید ہے اگر نبی سے گناہ کا صادر ہونا ممکن ہو تو اس کی مخالفت جو کہ نیکی ہو گی اسپر بھی عذاب کی وعید ہو گی جو نا ممکن ہے۔

[2] کسی کام کا حکم دینا اور اس سے روکنا قول سے بھی ہوتا ہے اور فعل سے بھی ہوتا چنانچہ نبی کے ہر قول و عمل پر عمل کرنا تقوی ہے۔ اگر نبی سے گناہ صادر ہو سکتا ہو تو اس پر عمل کرنا بھی تقوی ہوا اور اس کے نہ کرنے پر عقاب ہو گا تو گویا گناہ کے ارتکاب سے بھی تقوی حاصل ہوتا ہے اور یہ نا ممکن ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا جب ہی تو اللہ پاک نے اس کے ہر قول و فعل کا اتباع کرنا واجب قرار دیا ہے۔

الْمُبِیْن (پارہ ۲۸ رکوع ۱۲)

"اور اطاعت کرو اللہ اور اطاعت کرو رسول کی پھر اگر تم ان سے پھرو گے تو بے شک ہمارے رسول پر صرف کھلے کھلے حکم پہنچانا ہی ہے"

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه‘ فَاِنَّ لَه‘ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا (پارہ ۲۹ رکوع ۱۲)

"اور جو پوری نافرمانی کریگا اللہ اور ان کے رسول کی تو بیشک اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔"

نبی کی نافرمانی پر جہنم ہے اگر قولی یا فعلی، کوئی گناہ صادر ہو گا تو گویا وہ دعوت ہے اس پر عمل نہ کرنا یعنی گناہ سے رکنا نافرمانی ہو کر نار جہنم و خلود کا ذریعہ ہو جائے گا یہ محال ہے تو صدور محال ہے۔[۱]

نیکی اور تقوی پر تعاون کا حکم دلیل عصمت ہے

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (پارہ ٦ رکوع ۵)

"تم ایک دوسرے کی نیکی اور تقوی پر مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کیا کرو"

اوپر آیت (۴۹) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و مدد کو مکمل کامیابی کا ذریعہ

---

[۱] نبی کی نافرمانی پر ہمیشہ کیلئے جہنم ہے اور جب نبی کو مبلغ قرار دیا تو اس کا ہر قول و فعل تبلیغ ہوا اور اس کی اطاعت واجب نافرمانی ممنوع قرار پائی اگر اس سے گناہ کا صدور مانا جائے تو گویا وہ فعلی تبلیغ ہوئی اور اس کا اتباع بھی واجب ہو گا اگر اتباع نہیں کریگا تو نبی کی مخالفت لازم آکر ہمیشہ کیلئے عذاب کا مورد بنے گا اور گناہ کی مخالفت لازم ہے پس ثابت ہے کہ نبی سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔

فرمایا ہے اس لئے نصرت نبی کا حکم ہوا اور آیت میثاق میں بھی حکم ہے اور یہاں صرف نیکی و تقوی پر مدد کا حکم اور گناہ و معصیت پر مدد منع فرمائی تو حضور ﷺ کا تمام معاصی سے پاک و معصوم ہونا لازم ہے ورنہ لازم آئے گا کہ حضور ﷺ کی مدد فرض بھی ہو اور حرام بھی ہو جو محال ہے یہ محال صدور معصیت سے لازم آتا ہے لہذا وہ محال اور عصمت واجب۔ واللہ اعلم

انبیاء کو امام بنانا انکی عصمت کی دلیل ہے

وَجَعَلْنَا هُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةَ وَاِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ (انبیاء آیت ۷۳)

"اور ہم نے سب انبیاء کو امام بنایا ہے جو ہمارے حکم سے ہی ہدایت دیتے ہیں اور ہم نے ان پر نیک کاموں کے کرنے، نماز کی پابندی زکوۃ کی ادائیگی کی وحی کی ہے اور یہ سب ہمارے عبادت کرنیوالے ہیں"

امام ہادی نیک کام نماز زکوۃ اور صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں یہ سب نبیوں کی صفت ہے۔ کسی میں اس کے خلاف نہ ہو سکے گا جس کو اللہ تعالی نے نبی بنایا ہے اس کا درجہ بے حد بلند فرمایا ہے اس کو اپنی وحی کا امین بنایا اپنے بندوں پر اس کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور سب ملکوں میں خلیفہ بنایا وہ اپنے رب کو یہ ندا دیتا ہوا خود سنتا ہے کہ ایسا نہ کر پھر وہ ایسا کرنے کی جرأت کر لے اور اپنی لذت کو اسکی عزت پر ترجیح دے لے اس کے عذابوں کی اطلاعوں کی ندا کی پرواہ نہ کرے اور سراسر اس کی بغاوت اختیار کر لے کونسی عقل ہو گی جو اس کے وجود کو گوارا کر لے گی اس لئے کوئی ان بزرگوں سے گناہوں کے صدور کو کسی وقت بھی گوارا نہیں کر سکتا۔

دلائل عصمت احادیث کی روشنی میں

مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حضور ﷺ سے روایت ہے :

مَامِنکُمْ مِن اَحَدٍاِلَّا وَقَدَ وُکِلَ بِہٖ قَرِیْنُہٗ مِنَ الْجِن زَادَفِی روایۃ و قَرِیْنُہٗ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ قَالُوْا وَاِیَاکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاِیَایَ اِلَّا اَنَ اللّٰہَ تَعَالٰی اَعَانَنِی عَلَیْہِ فَاسْلَمَ فَلا یَامُرُنِی اِلَّابِخَیْر

(جمع الفوائد ج ۲ ص ۱۷۸)

"تم میں سے کوئی نہیں ہے مگر اس پر اس کا ایک ساتھی 'جن' سے مقرر کر دیا گیا ہے ایک روایت میں یہ آتا ہے وہ ایک ساتھی فرشتوں میں سے بھی عرض کیا اور آپ کیلئے یارسول اللہ فرمایا میرے لئے بھی مگر اللہ تعالی نے اس پر میری مدد فرمادی کہ وہ مسلمان ہو گیا تو اب تو سوائے نیکی کے کوئی حکم نہیں دیتا۔"

بزار نے حضرت ابوہریرہؓ سے حضور ﷺ سے یہ ارشاد روایت کیا ہے۔

فُضِلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِخَصْلَتَیْنِ کَانَ شَیْطَانِی کَافِراً فَا عَانَنِی اللّٰہُ عَلَیْہِ حَتّٰی اَسْلَمَ وَنَسِیْتُ الْاُخْرٰی (جمع الفوائد)

"مجھے اور انبیا پر دو عادتوں سے فضیلت دی گئی ہے کہ میرا شیطان کافر تھا اللہ تعالی نے اس پر میری مدد کی حتی کہ وہ مسلمان ہو گیا راوی کہتے ہیں دوسری میں بھول گیا۔"

اور طبرانی نے حضرت عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے۔

سَاَلُوْا النَبِی ﷺ ھَل اَتَیْتُ فِیْ الجَاھِلِیَۃِ حَرَامًا قَالَ لَا (ایضا).

"لوگوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کیا حضور زمانہ جاہلیت میں کسی حرام پر وارد ہوئے ہیں فرمایا نہیں"

جب حضور ﷺ کا 'جن' ساتھی مسلمان ہو گیا تھا اور وہ سوائے نیک بات کے کچھ نہ کہتا تھا تو حضور ﷺ سے کسی صغیرہ کبیرہ گناہ کا صدور جو شیطانی وسوسوں سے ہوا کرتا ہے کیسے ہو سکتا ہے اور زمانہ جاہلیت میں بھی نفی فرمادی ہے۔[1]

نبی ﷺ کا سب سے بہتر قبیلہ میں ہونا عصمت کی دلیل ہے

ابن سعد نے حضرت قتادہؓ سے حضور ﷺ کا ارشاد روایت کیا ہے

اِذَا اَرَادَ اللہ اَنْ یَبْعَثَ نَبِیًا نَظَرَ اِلٰی خَیرِ الْاَرْضِ قَبِیْلَةً فَبعَثَ خَیرَھَا رَجُلًا (کنز العمال ص ۱۱۹)

"جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بھیجنے کا ارادہ فرمائے تو اس کے سب سے بہتر قبیلہ کی طرف نظر فرماتے ہیں اور اس قبیلہ کے بہترین کو مبعوث فرماتے ہیں۔"

اس سے ثابت ہوا کہ ہر نبی کو پوری زمین کے خیر قبیلہ کا خیر مجسم آدمی ہونا ہے خیر قبیلہ کا خیر آدمی وہی ہو سکتا ہے جو گناہوں سے ملوث نہ ہو معصوم ہو۔

حضور ﷺ کا امت کیلئے رحمت ہونا دلیل عصمت ہے

مشکوۃ باب اسمائه وصفاته ص ٤٤١:

عن ابی ہریرة عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ (رواه الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

---

[1] انسان کو گناہ پر ابھارنے والا شیطان ہے اور حضور ﷺ کے ساتھ پیدا ہونے والا شیطان مسلمان ہو چکا تھا اس لئے گناہ پر ابھار نہیں سکتا معلوم ہوا کہ صدور گناہ نبی سے ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت حضور سے نقل کی ہے کہ فرمایا "میں تو صرف رحمۃ مجسم ہوں جو بطور تحفہ بھیجا ہوا ہوں۔"

ظاہر ہے کہ رحمت مجسم ہدیہ و تحفہ پاک صاف ہستی ہو سکتی ہے وہی گناہوں سے معصوم ہونا لازم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فحش گو نہ ہونا عصمت کی دلیل ہے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَاحِشًا وَلَا سَبَّابًا کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَۃِ مَالَہٗ تَرِبَ جَبِیْنُہٗ (بخاری مشکوٰۃ ص ۴۴۲)

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش گو تھے نہ لعنت کرنے والے نہ گالیاں دینے والے ناراضی کے وقت صرف اتنا فرماتے تھے اسے کیا ہوا اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔"

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّاناً وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً (مسلم مشکوٰۃ)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں حضور سے عرض کیا گیا کہ مشرکین کے خلاف بد دعا فرما دیجئے فرمایا میں لعنت کرنیوالا بنا کر نہیں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

جو ذات سر تا پا رحمت ہو اس قدر مہذب و شائستہ ہو اس سے گناہ بد تمیزی بد تہذیبی کا صدور کیسے ممکن عادی ہو سکتا ہے کسی وقت بھی ممکن نہیں نہ نبوت کے بعد نہ قبل۔

عصمت کی عقلی دلیل

زمانہ جاہلیت میں بھی پورے عرب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب صادق وامین

تھا جو تاریخ و سیرۃ میں درجہ تواتر کو پہنچا ہوا ہے وَالْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءِ (اور فضیلت تو وہی ہے جس کی دشمن بھی گواہی دے دیں) بچپن جوانی بڑھاپا سب جن کے سامنے گزارا اور اس قدر مخالف کہ کسی برائی سے دریغ نہ کریں اگر کوئی ایک بات بھی انگلی رکھنے کو ملتی تو نہ چوکتے واقعی الزامات کی جگہ غلط فہمیوں اور دھوکہ دہی کے الزامات شاعر ساحر مجنوں کے نہ تراشتے بلکہ علی الاعلان ان گناہوں کو گاتے پھرتے مگر بجائے اس کے صادق وامین کا لقب دیتے ہیں۔

متنازعات میں آپ سے فیصلے کراتے ہیں اگر ایک بات بھی گناہ یا عیب کی مل سکتی تو وہ ایسی بے سروپا باتیں نہ کرتے بلکہ ان کے ایسے الزامات تو دلیل ہیں اس کی کہ انکی نظر میں اگر کوئی بات قابل اعتراض ہو سکتی ہے تو صرف شاعر ساحر و مجنوں ہونا ہے اور سب دنیا جانتی ہے کہ یہ باتیں نہیں تو تمام عرب و عجم کے نزدیک کوئی عیب کوئی جرم کوئی گناہ ان کے یہاں نہیں زبان سے نہ سہی عمل سے معصوم مانتے رہے ہیں۔

آپ کا عفوودرگذر عصمت کی دلیل ہے

عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ بَعْدَ النَّاسِ عَنْهُ۔ وَمَا اِنْتَقَمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِنَفْسِهِ فِي شَئٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ يُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ فَيَنْتَقِمُ اِذَا بِهَا (بخاری و مسلم مشکوۃ)

"حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نہیں اختیار دیئے جاتے دو کاموں میں مگر آپ آسان روی اختیار کرتے جب تک کہ وہ گناہ نہ ہو۔ اور اگر گناہ

ہوتا تو آپ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور ہوتے اور حضورؐ نے اپنے آپ کیلئے کبھی بھی کسی چیز میں بدلہ نہیں لیا لیکن اللہ کی عزت پر حملہ ہوا تو اس وقت بدلہ لیتے تھے۔"

گناہ سے دور دور رہنا اور ذات کا بدلہ تک نہ لینا گناہوں سے معصوم ہونے کی کھلی شہادت ہے۔

حضورؐ ابتداءِ آفرینش سے معصوم ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَا اِفْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَیْنِ اِلَّا جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِی خَیْرِ ھِمَا فَاُخْرِجْتُ مِنْ بَیْنِ اَبَوَیَّ فَلَم یُصِبْنِیْ شَیْئٌ مِنْ اَھْلِ الْجَاھِلِیَۃِ وَ خَرَجْتُ مِنَ نِکَاحِ وَلَم اَخْرُجُ مِنْ سَفَاحِ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ حَتّٰی اَنْتَھَیْتُ اِلٰی اَبِی وَاُمِی۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۹۰۰ البیہقی)

"لوگ جب بھی دو فرقوں میں بٹے تو مجھ کو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے خیر میں رکھا تو میں اپنے ماں باپ سے پیدا کیا گیا ہوں اھل جاہلیت والوں کی کوئی بات مجھ تک نہیں پہنچی اور میں ایک سے دوسرے میں نکاح سے منتقل ہوا ہوں زنا سے نہیں منتقل ہوا آدمؑ سے لے کر یہاں تک کہ اپنے ماں باپ تک پہنچا۔"

یہ دلیل کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عبد اللہ و آمنہ تک پاک طریقہ سے اور زمانہ جاہلیت کو تمام آلودگیوں سے ہمیشہ پاک وصاف رہے اس لئے نبوت تو کیا اول دن سے ہی معصوم ہیں پاک ہیں اور حرام کی آلائشوں سے قطعاً محفوظ رہے ہیں۔

انبیاء سے گناہ کا تخیل بھی ممکن نہیں

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے حضور کا ارشاد روایت کیا ہے۔

لَا یَنْبَغِی لِاَحَدٍ اَن یَقُوْلَ اَنَا خَیْرٌ مِنْ یَحْیٰی بِن زَکَرِیَا مَا هُمَّ بِخَطِیْئَة اِحْسِبُهٗ قَالَ وَلَا عَمَلِهَا (بزار جمع الفوائد ج۲ ص۱۷۶)

"کسی کو درست نہیں کہ یہ کہے کہ میں یحیٰ ابن زکریا سے افضل ہوں انھوں نے کسی گناہ کا تخیل بھی نہیں کیا میں سمجھتا ہوں فرمایا نہ عمل کیا جن انبیاء کا یہ حال ہ ت ان سے گناہوں کا صادر ہو سکنا کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

امام الانبیاء ہونا عصمت کی دلیل ہے

حضرت ابی بن کعبؓ حضور کا ارشاد نقل کرتے ہیں

اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبُهُمْ (ترمذی)

"جب قیامت کا دن ہو گا میں سب نبیوں کا امام و خطیب ہوں گا۔"

تمام انبیاؑ کا امام و مقتدی بننا سب سے زیادہ پاک صاف ہونے کی دلیل ہے گناہگار کو یہ درجہ نہیں مل سکتا اس لئے حضور بھی اور سب نبی جو کہ امت کے امام تھے گناہوں سے پاک ہیں معصوم ہیں۔

غلاموں پر شفقت عصمت کی دلیل

عَنْ عَائِشَةَؓ مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَیْئًا قَطُّ بِیَدِهٖ وَلَا اِمْرَأَةً وَلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ یُجَاهِدَ فِی سَبِیْلِ اللّٰه

(جمع الفوائد ج۲ ص۱۸۰ بخاری و مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے کبھی کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے

نہیں مارانہ عورت کو نہ خادم کو سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے۔

ساری عمر کسی کو نہ مارنا نہ خادم کو نہ باندی کو گو ان سے غلطیاں سرزد ہوئی ہوں یہ اس قسم کی زیادتیوں سے بالکل بری ہونے کا بیان ہے۔

بچوں سے محبت عصمت کی دلیل

عَنْ اَنَسٍ مَارَاَیْتُ اَحَدَ اکَانَ اَرْحَمُ بِالعِیَالِ مِنَ النَّبِی ﷺ (مسلم)

حضرت انس سے روایت ہے کہ میں نے کسی کو بچوں پر آپ سے زیادہ رحم کرنیوالا نہیں دیکھا۔

بچوں پر شفقت ورحمت دلی شفقت ورحمت کا نمونہ ہے ایسی شفقت والا کسی سختی میں ملوث ہوگا چہ جائیکہ گناہ میں۔

عَنْ اَنَس خَدِمْتُ النَّبِی ﷺ عَشَر سِنَیْنِ وَاللہ مَاقَالَ لِی اُفٍّ قَطُّ وَلَا قَالَ لِشَئیٍ لَمْ فَعَلْتَ کَذَا وَھَلَّا فَعَلْتَ کَذَا (بخاری مسلم جمع الفوائد)

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت دس سال کی ہے اور خدا کی قسم کبھی مجھے اف تک نہیں کہا اور نہ کسی چیز کو یہ کہا ایسا کیوں کیا یا ایسا کیوں نہیں کیا۔"

رحمت بنا کر مبعوث کیا جانا دلیل عصمت ہے

جامع صغیر للسیوطی میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً وَلَم اُبعَثْ عَذَاباً (رواہ البخاری فی التاریخ)

"میں صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں عذاب بنا کر نہیں بھیجا گیا۔"

رحمت مجسم گناہ وعذاب نہیں ہو سکتا اس لئے عصمت لازم ہے۔

اشکال اور جواب

دعائے قنوت وتروں کی بہت حدیثوں میں ہے جس میں یہ لفظ بھی ہیں۔

نَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَفْجُرُکَ

"ہم علیحدگی اختیار کرتے اور چھوڑتے ہیں اس کو، جو آپ کی نافرمانی کرتا ہے۔"

اگر انبیاء علیہ السلام سے گناہوں کا صدور ہوگا وہ فسق وفجور کے مستحق ہوں گے اس سے ان سے قطع تعلق اور چھوڑ دینا واجب معلوم ہو رہا ہے اور دلیل ۱۸ کے آیات واحادیث سے ان کی فرمانبرداری اور محبت فرض ہے جس سے محبت واطاعت فرض ہے اس سے علیحدگی اور چھوڑنا کیسے لازم آتا ہے اور ان کو گناہوں سے پاک ماننا ضروری ہے تاکہ سب مسلمانوں کا پندرہ سو سال سے ہر روز کا حق تعالیٰ سے یہ عہد کرنا برمحل رہ سکے۔ ورنہ دعائے قنوت کو نعوذ باللہ جھوٹ کی تلقین اور تمام مسلمانوں کا اس پر عمل کہنا لازم آئیگا جس سے ایمان کا خطرہ ہے۔

انبیاء کے ذکر کا عبادت ہونا عصمت کی دلیل ہے

حضرت معاذ بن جبلؓ حضور کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

ذِکْرُ الْاَنْبِیَاء مِنَ الْعِبَادَةِ ۔وَذِکْرُ الصَّالِحِیْنَ کَفَّارَةٌ وَ ذِکْرُ الْمَوْتِ صَدَقَةٌ وَ ذِکْرُ الْقَبْرِ یُقَرِّبُکُمْ مِنَ الْجَنَّةِ (کنز العمال ج ۶ ص ۱۱۹)

"انبیاؑ کا ذکر تو عبادت میں سے ہے اور بزرگوں کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے اور موت کا ذکر صدقہ کے برابر ہے اور قبر کا ذکر تم کو جنت سے قریب کرتا ہے۔"

جن کا ذکر بھی عبادت کا درجہ رکھے ان سے گناہوں کا صدور ماننا گناہوں کے ذکر کو عبادت کا درجہ دینا ہے جو عقل ونقل سے باطل ہے۔

حضور ﷺ کی عصمت کے مشرکین بھی قائل تھے

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابو سفیان بن حرب سے رو در رو کی باتیں طویل حدیث میں نقل کی ہیں کہ جب میرے اور نبی ﷺ کے درمیاں چپقلش چل رہی تھی میں شام گیا تھا وہاں ہرقل بادشاہ کے پاس حضور ﷺ کا خط پہنچا ہوا تھا اس نے کہا کہ یہاں انکی قوم کا کوئی ہے میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ طلب کر لیا گیا سب اس کے سامنے بیٹھ گئے تو بولا کہ یہ صاحب جو اپنے آپ کو نبی بتاتے ہیں تم سے کون نسب میں ان کا قریبی ہے میں نے کہا میں تو ساتھیوں کو پیچھے بٹھا دیا ہے اس نے کہا کہ میں اس سے ان صاحب کے متعلق سوالات کرتا ہوں اگر یہ جھوٹ کہیں تو تم جھٹلا دینا ابو سفیان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر وہ میرا جھوٹ نہ پکڑتے تو میں جھوٹی بات کر دیتا ترجمان سے کہا کہ پوچھو ان کی خاندانی شرافت کیسی ہے میں نے کہا بہت شریف پوچھا ان کے باپ والدین کوئی بادشاہ ہوا ہے کہ نہیں کہا نہیں پوچھا اس بات کے کہنے سے پہلے تم کیا ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے کہا نہیں پوچھا کیا ان کے پیرو کار بڑے لوگ ہیں یا کمزور کہا کمزور پوچھا کیا زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں کہا زیادہ پوچھا کیا ان کے مذہب میں داخل ہونے کے بعد کوئی ناراض ہو کر لوٹتا ہے کہا نہیں آخر تک طویل ہے۔ یہاں اتنا ہی مقصود ہے کفار کا سرغنہ سخت دشمن شرافت کا بیان جھوٹ سے بری ہونے کا بیان قسم کھا کر دے رہا ہے اور کافروں کے ملک میں کافروں کے مجمع میں جھوٹ کہنے پر قریش کے جھٹلانے کا خوف ہی بتایا تو شروع سے حضور ﷺ کے پاک صاف اور شریف ہونے کی دشمن کی زبانی گواہی اس سے بڑھ کر کیا ہو گی حضور کے غیر معصوم ہونے کی اگر ذرا بھی بات دشمن کو ملتی تو دشمنوں کے ملک دشمنوں کے گروہ میں

ضرور کہہ ڈالتے جبکہ ابوسفیان اس وقت دشمنوں کے سرغنہ تھے۔

عصمت کے دلائل فقہیہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

وَالْاَنْبِیَاءُ عَلَیْھِمُ السَلَام کُلُھُمْ مُنَزَّھُوْنَ مِنَ الصَّغَائِرَ وَالْکَبَائِرِ وَالْفرِ وَالقَبَائِحِ

"اور حضرات انبیاء علیہ السلام سب کے سب معصوم ہیں چھوٹے بڑے گناہوں سے کفر اور گندی باتوں سے"

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں کہتے ہیں :

ثم ھذہ العصمة ثابتة للانبیاء قبل النبوۃ وبعد ھا علی الاصح

پھر یہ سب گناہوں گندگیوں سے چھوٹی بڑی سے معصوم ہونا سب انبیاء کا قبل نبوت وبعد نبوت ثابت ہے صحیح ترین یہی ہے۔

اور حضرت موصوف نے مرقات شرح مشکوۃ میں بھی فرمایا ہے کہ انبیائے کرام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں اگرچہ سہوا ہی ہوں اور یہی بات محققین کے نزدیک حق ہے۔

قبل نبوت سے مراد یہ ہے کہ نبوت کا کام متعلق ہونے اور اس کے اظہار سے قبل ورنہ نبوت تو پہلے سے ہوتی ہے جیسے حضرت عیسی کا گھوارہ میں پیدائش کے فورا بعد کا قول حق تعالی نے نقل فرمایا ہے۔

قَالَ اِنِّی عَبْدُ اللهِ اٰتَانِی الْکِتَابَ وَجَعَلَنِی نَبِیًّا

"میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ نے کتاب دی اور مجھے نبی بنادیا ہے۔"

اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے :

كُنْتُ نَبِيًّا وَ آدَمَ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْن

"میں نبی تھا اور آدمؑ پانی اور گارے کے درمیان تھے۔"

نبوت پہلے سے عطا ہوتی ہے کام بعد میں لیا جاتا ہے جسے آج کل کی زبان میں (تقرر اور چارج کہتے ہیں) پیدائش سے پہلے تو معصیت کا امکان ہی نہیں تھا نہ عقلی نہ عادی اور بعد میں امکان عادی نہیں۔

جواب شبھہ

بعض لوگوں کو خصوصاً آجکل کے تعلیم یافتہ طبقے کو آیات شریفہ کے بعض الفاظ سے شبھہ ہوتا ہے کہ عصیٰ، ذنب، جہالت وغیرہ لفظوں سے قرآن مجید نے تعبیر کیا ہے اس لئے ان کا صادر ہونا ماننا ہوگا۔

اس لئے جواب عرض ہے کہ گناہ معصیت ذنوب ظلم سب کے درجے ہوتے ہیں بعض کے سامنے وہ انتہائی جرم بعض کے سامنے بالکل نہیں بعض کے سامنے خفیف بلکہ بعض کے سامنے بجائے جرم ہونے کے قابل انعام ہو جانا ہوتا ہے۔ اسلئے دونوں کے مرتبوں کے فرق سے ان میں فرق پڑتا رہتا ہے۔ دیکھئے ایک شخص ایک سن رسیدہ سے بات کرتے ہوئے کہتا ہے "میں آپ کو بجائے والد محترم کے سمجھتا ہوں" تو وہ اس سے خوش اور اسے قابل انعام سمجھتا ہے یہی جملہ اگر باپ سے کہا جائے کہ "میں آپ کو بجائے والد محترم سمجھتا ہوں" تو وہ ناراض ہوگا سزا دے گا ڈانٹے گا کہ باپ تیرا کون ہے، آپ نوکر سے یا چھوٹے بھائی سے شاگرد سے کہتے ہیں میرا جوتا صاف کردو تو کوئی ناگواری کی بات نہیں یہ لفظ باپ سے دادا سے نانا سے ماموں بڑے بھائی سے کہا جائے گا تو ناگواری ڈانٹ اور سزا تک کا ذریعہ بن جائے گا کوئی شخص باپ دادا کو کہتا ہے تو کہاں ہے تو کہاں جا رہا ہے

تو قابل گرفت ہے بچے کو چھوٹے بھائی کو نوکر کو کہیں تو کچھ نہیں ایسے ایسے دن رات کے محاورے آپ دیکھ سن رہے ہیں دوسرا کہتا ہے تو اتنا گراں قابل عتاب و سزا نہیں ہوتا اپنا کہتا ہے تو قابل گرفت و ناراضی ہوتا ہے بھائی گالی دیں تو سخت ترین غیر دے تو نہیں۔

حضرات انبیاء علیہ السلام گو ہمارے بزرگ ہیں روحانی باپ ہیں اس سے بھی کہیں زیادہ لیکن حق تعالی کی جناب میں ایک مخلوق ہیں محدود علم و اختیار رکھتے ہیں حق تعالی کے تمام کمالات غیر محدود اور یہ حضرات تمام مخلوقات سے افضل قرب الہی سے سرشار ان کے مرتبہ کے لحاظ سے جو بات دوسری جگہ قابل گرفت نہیں یہاں قابل گرفت ہے مستحق عتاب ہو سکتی ہے۔اس کا ان کے مرتبہ کی وجہ سے وہ حکم ہوگا جو دوسروں کے اعتبار سے نہیں ہوتا بلکہ دوسروں سے درگزر و عفو میں داخل ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے وعظ کے بعد کسی نے پوچھ لیا "اسوقت سب سے بڑا عالم کون ہے ؟" فرمایا میں ! کیونکہ آپ نبی تھے ہمکلام تھے بڑے پایہ کے نبی تھے ان سے بڑا عالم کون ہوگا مگر اولوالعزم نبی کا جو درجہ ہے اس کے سامنے یہ دعوی کی صورت ہو کر جرم بن گیا کہ اللہ اعلم کیوں نہیں کہا حضرت خضر کے پاس جانے کا حکم ہوا جس کا ذکر سورۃ کہف میں ہے کشتی پر چڑیا نے بیٹھ کر چونچ میں پانی لیا تو حضرت خضر کہتے ہیں کہ موسی میرے اور تمہارے علم کو اللہ تعالی کے علم سے یہ نسبت بھی نہیں جتنی چڑیا کی چونچ کے پانی کو دریا سے ہے پھر اور واقعات ہوئے تو یہ جواب انکے رتبہ کے خلاف ہو کر مستحق عتاب ہو گیا ویسے کچھ نہیں ایسے ہی اور واقعات ہیں جو خدائیت سے ان کے قرب کی وجہ سے قابل گرفت اور گناہ و ذنب کا نام دئے گئے ہیں جو عام لوگوں سے ہوتے تو گناہ نہ ہوتے اس لئے یہ ذنب یہ گناہ

یہ غفلت یہ جہالت یہ ناواقفیت ہمارے جیسے کی نہیں کہ اس پر عتاب نہ ہو۔ "مقربان رابیش بود حیرانی "میں داخل ہیں حضور علیہ وسلم کے پاس ایک غیر مسلم بیٹھا دین کی بات سن رہا تھا کہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی آگئے حضور سے بات کرنی چاہئے حضور کو گرانی ہوئی کہ ہدایت میں رخنہ نہ پڑ جائے اور توجہ نہ کی عبس وتولی کی سورۃ میں عتاب ہوا دوسرے کو اس سے گناہ گار نہیں کہا جاسکتا اور یہ سب گناہ نہیں ہوتے ترک افضل مرتبہ عالیہ کی وجہ سے گناہ کہلایا ہے۔ مطلب ترک افضل کا ہی ہے۔ مگر ہم ایسے برتاؤ کو دیکھ کر شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔

"سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست" ۱

شبہ ۲

معصوم سے گناہ کا صدو ممکن نہیں تو پھر تو یہ دار الامتحان کا اختیار نہ رہا جبری بات ہو گئی جس کا مکلّف نہیں ہوتا۔

جواب یہ ہے کہ آپ نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہو گا کہ ان کو گناہوں سے یا کسی ایک گناہ سے بہت نفرت ہے وہ کبھی وہ نہیں کرتا تو کیا وہ مجبور ہو گیا ہے بات یہ ہے کہ دل میں جس قدر نورانیت پیدا ہوتی رہے گی اختیاری گناہ چھوٹ چھوٹ جائیں گے اولیاء اللہ میں اس کا نمونہ ہے اپنے دل میں غور کر لیجئے۔

---

۱ اس اشکال کا کہ جب اھل سنت والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا اور توبہ کی جاتی ہے گناہ سے تو جب گناہ ہی نہیں ہوا تو توبہ کس بات کی اس کے جواب میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی ایک تحقیق نقل کی جا رہی ہے ارشاد فرمایا "حضرات انبیاء علیہ السلام کے استغفار کرنے (بخشش مانگنے) سے یا

ان کی طرف خطاء وغیرہ کی نسبت کرنے سے کوئی یوں نہ سمجھے کہ وہ حضرات نعوذ باللہ ہماری طرح گناہگار تھے کیونکہ انکا معصوم اور گناہ سے پاک ہونا دلیل قطعی نقلی و عقلی سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے جس آیت میں حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا ہے" اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا یعنی بیشک میں بنانے والا ہوں اے ابراہیمؑ آپؑ کو لوگوں کا امام" اور یہ ظاہر ہے کہ امامت منصب نبوت ہے کیونکہ اس وعدہ کا ایفاء حضرت ابراہیمؑ کے واسطے اسی طرح ہوا اس آیت کے آخر میں حضرت ابراہیمؑ کے جواب میں کہ انہوں نے اس منصب کی درخواست اپنی اولاد کیلئے بھی فرمائی یہ ارشاد ہوا لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ یعنی نہ پہنچے گا میرا نبوت کا عہد ظالموں کو اور ظلم مطلق اور عام ہے ہر معصیت میں جس سے معصیت اور نبوت کا منافی ہونا صاف معلوم ہوا اور عصمت یہی ہے۔

دلیل عقلی یہ کہ جو حکمت ہے بعثت انبیا میں یعنی اصلاح خلق اگر وہ حضرات خود مبتلائے فساد و معصیت ہوں تو ان کی دعوت اصلاح عام خلق کو کب مفید ہو سکتی ہے تو اس میں ابطال حکمت الٰہیہ لازم آتا ہے اور لازم باطل ہے پس ملزوم (جس سے یہ لازم آیا) بھی باطل ہوگا تو اس کی نقیض (ضد) یعنی معصوم ہونا ثابت ہوگا اور یہی مطلوب ہے بلکہ توجیہ (بیان) ان الفاظ و عنوانات کی یہ ہے کہ گناہ کے دو معنی ہیں:

ایک حقیقی یعنی معصیت سے اللہ تعالیٰ کا کوئی حق ضائع کرنا۔

دوسرے مجازی یعنی باوجود اطاعت کے اللہ تعالیٰ کا پورا حق جو ان کی عظمت کا مقتضاء (تقاضا) ہے ادا نہ ہو سکنا۔ پس پہلے معنی سے تو حضرات انبیاءؑ بالکل منزہ (پاک) ہیں جیسا دلیل سے ثابت ہو چکا ہے اور دوسرے معنی کی نسبت حضرات انبیاؑ کی طرف ہو سکتی ہے کیونکہ وہ عبد (بندہ انسان) اور بشر ہیں اور محال (عقل سے یہ محال ہے) عقلی کہ کوئی ممکن ایک ذات واجب کا حق پورا پورا ادا کر سکے۔ کیونکہ ممکن سے جو صادر ہو وہ متناہی ہوگا اور واجب کے کمالات چونکہ غیر متناہی ہیں حقوق بھی غیر متناہی ہیں اور متناہی و غیر متناہی میں مساوات و مکافات (برابری برابری) محال ہے اسی واسطے حدیث میں لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ آیا ہے۔

یہ معنی ثانی (دوسرے کہ ہم پوری تعریف نہیں کر سکتے) واقع میں گناہ ہی نہیں اور عصمت (محفوظ ہونے) کے خلاف ہے پس خطایا استغفار کی نسبت اسی معنی کے اعتبار سے ہے اسی کو اہل حال (جن پر فنا کا غلبہ ہے) نے دوسرے عنوانوں (لفظوں) سے ظاہر کیا ہے جیسے وجودک ذنب لا قیاس به ذنب خود و ثنا گفتن زمن ترک ثنا است کین دلیل هستی و هستی خطاء است۔ اپنی طرف سے خود تعریف کے لفظ کہنا تعریف نہ کرنا ہے کہ یہ تو اپنی ھستی کی دلیل ہے اور ھستی کا دعوی غلط ہے اِلا استغفار فی افضل الاستغفار ص۶

حضرت کی اس پوری تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ گناہ کے دو معنی ہیں ایک حقیقی یعنی معصیت سے اللہ کا کوئی حق ضائع کرنا اس معنی کے اعتبار سے تو معصیت کی نسبت انبیاء کی طرف نہیں کی جاسکتی اور دوسرے مجازی یعنی وہ یہ کہ باوجود اللہ کی پوری فرمانبرداری کرنے کے اس کی اطاعت کا حق نہ ہوسکنا اس معنی کے اعتبار سے اطاعت کو بھی معصیت (گناہ) سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ بندہ محدود ہے اور اللہ پاک کی صفات لامحدود ایک محدود لامحدود کی صفت بیان کر ہی نہیں سکتا اور انبیا چونکہ بشر ہیں اس لئے اس معنی کے اعتبار سے خطاء اور استغفار کی نسبت ان کی طرف کی جاسکتی ہے اور اس معنی کے اعتبار سے حقیقتاً یہ فعل گناہ ہی نہیں چنانچہ قرآن و حدیث میں جہاں کہیں بھی معصیت کی نسبت انبیاء کی طرف کی گئی ہے اور ان کا استغفار منقول ہے وہ اسی معنی کے اعتبار سے ہے۔

خلیل احمد تھانوی

حیاۃ النبی

جن کے مرقد کے اندر کا جزو زمین
ہے جو اس جسم اطہر کے بالکل قریں
اس کا ہر ذرہ ذرہ یقیں ہے یقیں
افضل کل جہاں رشک عرش بریں

اے حبیب خدا روز و شب صبح و شام
تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

مفتی جمیل احمد تھانوی

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

باسمہ سبحانہ و تعالی

یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روح مبارک علیین میں ہے آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لہذ آپ کی قبر مبارک پر درود و سلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں ؟ اور غلط ہو نیکی صورت میں بدعت سئیہ ہے یا نہیں ؟ اور ایسے عقیدے والے کی امامت کا کیا حکم ہے ؟

بینوا توجروا

الجواب: مبسملا و محمد لا و مصلیا و مسلما

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں آپکے مزار کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں آپ اپنے مزار میں حیات ہیں مزار مبارک کے ساتھ آپ کا تعلق بجسدہ و بروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے وہ بدعتی ہے خراب عقیدے والا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے حدیث میں ہے۔

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیا(الحدیث) "مشکوۃ فی الجمعۃ رواہ ابن ماجہ ای باسناد

جید عن المنذری وله طرق کثیرة بالفاظ مختلفة مرقات جدید"
(ج ۳ص ۲۳۸)۔۱

وعن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله ﷺ من صلی علی عند قبری ومن صلی علی من بعید اعلمته(رواه ابو الشیخ و سنده جید) القول البدیع ص۱۱۶)
"مشکوة رواه البیهقی فی شعب الایمان وفی حاشة اللمعات الجدیده (ج۲ص۱۹۸) اخرجه ابوبکر ابن ابی شیبه والعقیلی والطبرانی وفی المرقات رواه ابو الشیخ وابن حیان بسند جید ج۳ص۳۴۳۔۲

عن انس رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله ﷺ الانبیاء(صلوة الله علیهم) احیاء فی قبورهم یصلون (رواه ابن عدی رحمه الله والبیهقی رحمه الله) و غیرهما (شفاء السقام

۱۔ بیشک اللہ تعالی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے
یہ حدیث مشکوۃ باب الجمعہ میں ہے اسکو ابن ماجہ نے عمدہ سند کے ساتھ منذری سے روایت کیا ہے اور یہ بہت سے طرق سے مروی ہے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے میری قبر کے پاس، میں اس کو سنتا ہوں اور جو درود پڑھے مجھ پر دور سے اسکی اطلاع کی جاتی ہے (اسکو ابو الشیخ نے روایت کیا اسکی سند عمدہ ہے) مشکوہ میں ہے بیہقی نے اسکو روایت کیا ہے شعب الایمان میں اور لمعات میں ہے کہ ابو بکر بن ابی شیبہ اور عقیلی اور طبرانی نے بھی یہ حدیث ذکر کی ہے اور مرقات میں ہے کہ اسکو ابو الشیخ اور ابن حیان نے عمدہ سند سے روایت کیا ہے۔

ص ۱۳٤)ء۱اخرجه ابوا يعلى فى مسنده والبيهقى انباء الاذكيا للسيوطى

دو تین حدیثیں نقل کردی ہیں اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی ہے خارج از اہل سنت والجماعت ہے غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپؐ سنتے بھی ہیں اور آپ اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔

والله تعالى اعلم بالصواب

کتبہ السید مہدی حسن نقی دار العلوم دیوبند

الجواب صحيح جميل احمد تهانوى مفتى جامعه اشرجيه نيلا گنبد لاهور ۲۱ شوال ۱۳۷٦ھ اجاب المجيب واجاد محمد ضياء الحق كان الله له، مدرسه جامعه اشرفيه، الجواب صولب، محمد رسول خان عفا الله عنه ء۲

ء۱ حضرت انس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں (اسکو عدی اور بیہقی نے اور انکے علاوہ نے روایت کیا کتاب شفاء السقام میں ص ۱۳۴ پر یہ حدیث ذکر کی ہے ابو العلی نے اپنی مسند میں اور بیہقی سے انباء الاذکیا جو سیوطی کی ہے

ء۲ مذکورہ جواب درست ہے جسکی تصحیح مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ مولانا ضیاء الحق صاحبؒ اور استاد الکل حضرت مولانا رسول خان صاحب نے کی ہے۔

الجواب مبسملا و محمدلا مصلیا و مسلما

حیات شہداء کے معنی

۱) آیت شریفہ ”ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون“[۱۰] (پ۲ع۳) سے معلوم ہوا کہ شہداء کو مردہ یعنی مستمر الموت کہنا جائز نہیں حرام ہے ورنہ یقتل سے موت بیان ہوچکی ہے ”اموات“ مقولہ ہے جس کیلئے جملہ ہونا ضروری ”ھم اموات“ جملہ اسمیہ استمرار پر دال ہے۔ تو حرمت یہاں موت مستمر کہنے کی ہے۔

چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ماتوا کہنا تو جائز ہے میت و موتی کہنا جائز نہیں ہے ایسے ہی ”احیاء“ یعنی ”ھم احیاء“ کے معنی یہ کہ وہ مستمر الحیات ہیں۔

یہ شبہ کہ ہم انکو زندہ نہیں دیکھتے اسکا استدراک ”ولکن لا تشعرون“ سے کردیا گیا ہے کہ حیات کیلئے دوسروں کا احساس ضروری نہیں ہیں حی ہیں مگر تم لوگ محسوس نہیں کرسکتے شعور احساس کو یعنی ادراک بالحواس کو کہتے ہیں ان کی آواز سن کر، نبض چھو کر، آنکھ سے دیکھ کر، تم محسوس نہیں کرسکتے صرف وحی سے معلوم ہوگا اور ہوگیا۔ یہاں محض موت کی نفی نہیں موت مستمر کی نفی اور حرمت ہے ورنہ یقتل سے خود موت با مجارحہ ثابت شدہ ہے (روح المعانی ج۳ص۱۹) پر ہے ولیس فی الایۃ نھی عن نسبۃ الموت الیھم

---

[۱۰] اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انکی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کرسکتے (بیان القرآن ج۱ص۸۷)

بالكلية بحيث انهم ماذاقوه اصلا ولا طرفة عين والاالقال تعالى ولا تقولوا لمن يقتل فى سبيل الله ماتوا فحيث عدل عنه الى ماترى، علم انهم امتازوا بعد ان قتلوا بحياة لائقة بهم مانعة ان يقال فى شانهم اموات ۱۰؎ ۔ لہذا ایسی حیات ہے کہ مر گئے کہنا گو جائز ہے مگر مردہ کہنا حرام ہے یعنی انکی موت مستمر ہے یہ کہنا حرام ہے بلکہ حیات مستمر ہے گو ان پر موت کا واقع ہو جانا کہنا جائز ہے "یقتل" میں یہی فرمایا ہے "بل احیاء" کا عطف جیسے کہ قرب کا تقاضا ہے اموات پر ہے جیسے وہ مقولہ تھا یہ بھی مقولہ ہے جیسے وہ جملہ استمراریہ تھا یہ بھی جملہ استمراریہ ہے اور "بل" نے پہلے سے اعراض کا فائدہ دیا تو یہ معنی ہو گئے بلکہ یوں کہو کہ حیات مستمرہ سے زندہ ہیں نہی کے صیغہ "ولا تقولوا" سے اضراب امر بن جائے گا تو جیسے ان کو مستمر الموت کہنا حرام تھا اب مستمر الحیات کہنا واجب ہوا یہ تو شہیدوں کیلئے ہوا۔ اب حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور حضور ﷺ کیلئے بھی مستقل مردہ کہنا حرام ہے اور مستقل زندہ کہنا واجب و ضروری ہوا یا نہیں اس پر غور کرنا ہے۔

انبیاء کو مستقل مردہ کہنا حرام ہے

الف) انبیاء کا سب کا درجہ شہداء سے بالا در بالا ہے جو حکم شہیدوں کیلئے باعث

۱۰؎ آیت میں اس بات کی بالکلیہ نفی نہیں ہے کہ انہوں نے موت کا مزہ لحہ بھر کیلئے بھی نہیں چکھا ہے ورنہ اللہ تعالی یوں فرماتے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ ماتوا۔ پس جب اس سے عدول ان الفاظ کی طرف کیا گیا جو تم دیکھتے ہو سو معلوم ہوا کہ وہ لوگ قتل کئے جانے کے بعد ممتاز ہو گئے ایک ایسی حیات سے جو انکی شان کے لائق ہے لہذا ان کے حق میں مردہ کہنا مناسب نہیں۔

اعزاز و امتیاز بنتا ہے ان کے لئے بدرجہ اولی ہے ہر شخص جانتا ہے کہ انبیاء کا درجہ و مقام تمام شہداء سے بہت بالا ہے اور آیت " اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین "کی ترتیب ذکری نے جو حکمت بالغہ سے خالی نہیں ہو سکتا بتا دیا ہے کہ انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کا درجہ سب سے اول ہے اور سب سے اعظم۔ لہذا انکو بھی مستقل مردہ کہنا حرام ہے اور مستقل زندہ کہنا واجب ہے۔

سب انبیاء شہید ہیں

ب) انبیاء علیھم السلام سب کے سب شہید ہیں جو "فی سبیل اللہ" (اللہ کے راستے میں) تمام عمر مصائب اٹھاتے رہے ہیں اور کچھ قتل بھی ہوئے ہیں اور اگر قتل نہ بھی ہوں تو بھی شہید حکمی "فی سبیل اللہ" کی وجہ سے ضرور ہیں۔

علامہ سیوطی کا قول ہے وما نبی الاوقد جمع مع النبوۃ وصف الشھادۃ (الحاوی للفتاوی [1]، ج ۲ ص ۱۴۸) یعنی حضور ﷺ کو حقیقی شہادت حاصل ہے علامہ کے رسالہ انبا الاذکیاء میں ہے امام احمد و ابو یعلی و طبرانی اور مستدرک میں حاکم اور دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت بیان کی ہے فرمایا

لان احلف تسعا ان رسول اللہ ﷺ قتل قتلا احب الی من ان احلف واحدۃ انہ لم یقتل وذلک ان اللہ اتخذہ نبیا واتخذہ شھیدا [2]

---

[1] کوئی نبی ایسا نہیں کہ اسکے ساتھ وصف شہادت کو جمع نہ کیا گیا ہو۔

[2] عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میرے لئے ۹ مرتبہ یہ قسم کھانا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کیا گیا ہے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ قسم کھاؤں کہ آپ کو قتل نہیں کیا اور یہ اسلئے ہے کہ اللہ نے آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔

زہر اور رگ پھٹنے سے واقع ہونے والی موت شہادت ہے

ج) (حوالہ مذکور) امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے فرماتی ہیں۔ کان النبی ﷺ یقول فی مرضہ الذی توفی فیہ لم ازل اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فھذا او ان انقطع ابھری من ذلک السم۔ ۱۰

اور سب جانتے ہیں کہ زہر سے اور پھر رگ پھٹ جانے سے جو موت ہے وہ شہادت ہے اور شہیدوں کی حیات جاوید ثابت ہے ان کو مستقل مردہ کہنا حرام ہے اور مستقل زندہ کہنا واجب ہے تو تمام انبیاء حضرات خصوصاً "حضورؐ" کو زندہ مستقل کہنا واجب ہے اور مستقل مردہ کہنا حرام ہے۔

"ولکن لا تشعرون" کے معنی کی تحقیق

د) "لا تشعرون" شعور سے بنا ہوا ہے جو ادراک بالحواس کا نام ہے اور صیغہ مخاطبین کا ہے یعنی تم جن وانس زندہ لوگ حواس سے محسوس نہیں کر سکتے اب اور کوئی کر سکتا ہے یا نہیں؟ کشف ورفع حجابات سے معلوم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا صرف وحی والہام سے ہی معلوم ہوگا۔ یہ مسئلے ہی یہاں سے غور طلب ہیں۔

پھر نفی صرف اس بات کی مفید ہو سکتی ہے جو عقلاً وعادۃً ممکن ہو مگر وہ

---

۱۰ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے جو (زہر آلود) کھانا میں نے خیبر میں کھایا تھا اسکی تکلیف مسلسل محسوس کرتا ہوں بس میری رگ اس زہر کی وجہ سے پھٹی ہے

واقع نہ ہوئی ہو جو چیز عقلاً و عادۃً ناممکن ہو اس کی نفی لغو عبث ہوتی ہے جو کلام الٰہی میں نہیں ہو گی کسی کا یہ کہنا کہ میں آسمان پر چھلانگ نہیں لگاتا۔ یا سارا کا سارا سمندر نہیں پی جاتا ایک لغو جملہ ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ معلوم ہے نہ کر سکتے تھے نہ کیا ہے۔ اس عام قاعدہ سے معلوم ہوا کہ حیات ایسی ہے کہ حواس بھی اس کا ادراک ممکن ہے مگر تم لوگوں کو بجز مستثنی کے عام طور سے وہ ادراک حاصل نہیں۔ اس سے حیات کی نوعیت معلوم ہو گئی کہ وہ ایسی نوع ہے جس کا ادراک حواس سے ہونا ممکن ہو، یعنی جسم و روح کے مجموعہ کی حیات نہ کہ صرف روح کی آگے انشاء اللہ اس پر دلائل قائم کیے جائیں گے۔

اور پھر نفی بھی مخاطبین سے کی جا رہی ہے کہ تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے گو فی الواقع ممکن ہو مگر اور مخلوق ادراک کر سکتے ہیں مثلاً فرشتے جانور وغیرہ۔ اور نفی حواس سے ادراک کرنے کی ہے عقل سے نہیں جس کا یقینی طریقہ وحی الٰہی ہے اور ظنی طریقہ کشف ہے۔ ان کی نفی نہیں اور تخمینی و توہمی تو کالعدم ہے۔ لہذا وحی متلو آیات سے اور وحی غیر متلو احادیث سے اور کشف سے ادراک ممکن ہو۔ بلکہ واقع میں ہو رہا ہے اور غیر ثقلین (جن وانس) کے علاوہ کو حواس سے بھی ہو گا کہ دوسری مخلوقات کو جیسے کہ احادیث میں ہے حواس سے ادراک ہوتا ہے اور مرنے کے بعد ثقلین ثقل والے نہین رہتے ان کو بھی ادراک ہوتا ہے یہ بھی حدیثوں میں ہے ایسے ہی مجاہدات و ریاضات والے ثقل سے بالا ہوتے ہیں، انکو گاہ گاہ ادراک ممکن ہے۔ جس کے بہت سے واقعات شاہد ہیں۔ کشف سے بھی آنکھ سے بھی۔

انبیاء کیلئے موت مستمر کا قول حرام اور حیات مستمر کا قول واجب ہے

آیت کریمہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین بما اتاهم الله من فضله و یستبشرون بالذین لم یلحقوبهم من خلفهم الّاخوف علیهم ولاهم یحزنون☆یستبشرون بنعمة من الله و فضل وان الله لا یضیع اجر المومنین ۱۰ پ ٤ ع٨ (آیت ١٦٩)

حکم بواسطہ حضور علیہ وسلم سب کو ہے یا ایسے ہی ہر مخاطب کو ہے کہ ان کو مستقل مردہ بھی مت گمان کرو۔ کیونکہ امواتا فعل ''قتل'' کا مفعول ثانی ہے اور افعال قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جس سے استمرار کے معنی پیدا ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ کہنا تو کہنا، ایسا گمان کرنا بھی حرام ہے۔

اور احیاء بھی هم احیا جملہ اسمیہ خبریہ استمراریہ ہے جو حیات مستمرہ و مستقلہ کو ثابت کرتا ہے دونوں آیات سے جب موت مستمر کا قول اور موت دائم کا

---

۱۰ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انکو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں انکو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو انکو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں انکی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں اور ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہونگے وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت و فضل خدا وندی کے اور بوجہ اسکے کہ اللہ تعالی اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے (بیان القرآن آل عمران آیت ۱۷۱)

گمان کرنا حرام معلوم ہو گیا تو اسکی نقیض عدم قول و عدم گمان موت مستمر واجب قرار پائی۔ اور جیسے اوپر کی آیت میں الف، ب، ج، د، جاری ہیں یہاں بھی جاری ہونگے اور حضرات انبیاء خصوصا حضور ﷺ افضل الانبیاء میں موت مستمر کا قول اور موت مستقل کا گمان حرام اور حیات مستمر کا قول و گمان واجب قرار پاتا ہے۔

"لا تحسبن" صیغہ نہی ہے اور نون تاکید ثقیلہ سے اس کی بہت تاکید کر کے موت مستمر کے گمان کرنے کے حرام ہونیکا حکم دیا ہے اور زبان سے کہنا تعبیر ہے ذہنی خیال کی۔ جس کو اصطلاح یہ کہتے ہیں کہ قضیہ ملفوظہ حکایت و نقل ہے قضیہ معقولہ، کی جیسے کہ وہ واقعہ کی نقل ہے جب اصل ذہنی تخیل ہی حرام ہے تو زبان اور لفظوں سے نکالنا بھی حرام ہے دونوں خلاف واقع ہیں کذب ہیں حرام ہیں۔

حیات انبیاء کی حقیقت اور اس کے دلائل

"احیاء" کے بعد یہاں چند صفتیں بھی ہیں جن سے حیات کی نوعیت کی تشخیص ہو جاتی ہے۔ لہذا اب اس پر غور کرنا ہے کہ جس حیات کا عقلی تخیل اور لفظوں میں بیان واجب ہے وہ کونسی حیات ہے۔

سنئے حیات کے حقیقی معنی زندگی مراد ہو سکتے ہیں یا مجازی معنی علم یا ایمان یا شہرت و نام مراد ہو۔

اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ جب تک حقیقی معنی بن سکتے ہوں ان سے ہٹانے

والی کوئی بات نہ ہو مجازی معنی مراد لینا غلط ہے۔ اس لئے یہاں زندگی ہی کے معنی مراد ہوں گے پھر اس زندگی کی دو ہی صورتیں ہیں آخرت میں ہونا مراد ہوگا یا قبر میں ہونا مراد ہوگا، پھر قبر میں ہونے والی زندگی کی بھی دو ہی صورتیں ہیں صرف روح کی زندگی یا جسم و روح دونوں کی زندگی۔ عقلاً صرف یہی چار صورتیں بن سکتی ہیں۔ کیونکہ پانچویں صورت کہ صرف جسم بلا روح کی زندگی ہو یہ ناممکن عادی ہے۔ اب اس حیات سے آخرت کی حیات مراد لینا تو درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ "اموات" کہنے کی ممانعت کے بعد "احیاء" فرمایا ہے یہ کہنے کی ممانعت دنیا ہی میں ہے اور حیات ہونا اسی کی دلیل ہے جو دنیا ہی میں ہو سکنی ضروری ہے۔

دوسری دلیل

پھر بقول امام رازیؒ آیت حضور ﷺ پر نازل ہو رہی ہے شہیدوں کو دنیا ہی میں فرمایا جا رہا ہے کہ احیاء ہیں تو اسی وقت کی حیات مراد ہوگی۔

تیسری دلیل

تیسرے یہ کہ یہاں انکی عزت اور امتیاز کا بیان ہے آخرت کی ابدی حیات تو سب کو حاصل ہوگی کافروں کو بھی خلود فی النار کی حیات ہوگی تو امتیاز اسی میں ہے کہ ابھی ابھی دنیا میں و قبر میں حیات ہے۔

چوتھی دلیل

چوتھے ثواب عذاب سے افضل ہے جب عذاب کیلئے اسی وقت کی حیات

ہو گی تو ثواب کیلئے بدرجہ اولی ہو گی۔ کفار کیلئے ہے " اغرقوا فادخلوا نارا" فا کی تعقیب بتاتی ہے کہ غرق ہوتے ہی نار میں داخل ہو گئے اور عذاب کیلئے حیات ضروری ہے قیامت سے پہلے غرق ہوتے ہی نار میں داخل ہوں تو یہ عذاب قبر اور حیات قبر ہی ہے۔

پانچویں دلیل

پانچویں آیت "النار یعرضون علیها غدوا وعشیا" صبح وشام کے نار پر پیش کرنے کے لئے جب حیات ہے تو ثواب کیلئے بدرجہ اولی ہے۔ آگے کی آیت "یوم تقول الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب" سے معلوم ہو گیا کہ یہ قیامت سے پہلے ہے جو قبر ہی میں ہے حیات کے ساتھ ہے ورنہ جامدات کو کیا عذاب۔

چھٹی دلیل

چھٹے اگر قیامت کی زندگی مراد ہوتی تو حضور ﷺ کو "لا تحسبن" نہ فرماتے جبکہ تمام مومنین کی حیات قیامت میں کی معلوم ہے۔

ساتویں دلیل

ساتویں "یستبشرون" آیت میں ان لوگوں کے حال سے بشارت ہے جو ابھی تک ان سے نہیں ملے یہ دنیا میں ان کے حال سے بشارت حاصل کرنا بھی دنیا ہی میں قبل قیامت ہے اور حدیثوں سے دلیل حاصل ہے (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۳۸)

روح مع الجسم کی حیات کے دلائل

بلکہ امام صاحب نے فرمایا ہے والروایات فی ھذا الباب کا نھا بلغت حد التواتر فکیف ممکن انکارھا۔[۱۰]

صرف روح کی زندگی مراد نہیں ہو گی کیونکہ یہ اعزاز و امتیاز کا موقعہ ہے اور وہ تو کافروں کو بھی حاصل ہو گی تو پھر امتیاز کیا ہوا۔

دوسری دلیل

دوسرے ایسا ہوتا تو حضور ﷺ کو "لا تحسبن" نہ فرمایا جاتا، موت کا عدم گمان حیات کا گمان ہوتا ہے حالانکہ خلود مومن و کافر سے یقینی حیات ہونا معلوم تھا صرف گمان نہ تھا۔

تیسری دلیل

تیسرے پہلی آیت میں "احیاء" کے بعد "لا تشعرون" ہے اگر صرف روحی حیات ہوتی تو ہر مسلمان جانتا کہ روحیں سب کی زندہ خلود جنت دوزخ سے ہونگی۔ پھر عدم شعور کیسا، وہاں تو شعور ہی شعور ہوگا۔

چوتھی دلیل

چوتھے اس آیت کا لفظ " یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم"

---

۱۰ اس باب (حیات النبی کے مسئلہ) میں روایات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں ان سے انکار کیوں کر ممکن ہے۔

دلیل ہے اسکی کیونکہ حصول بشارت جو خاصہ مجموعہ کا ہے زندہ لوگوں کے متعلق ہی کہا جاسکتا ہے کہ بشرہ جسم میں ہی تو ہے بشرہ کھال کو کہتے ہیں۔ استبشار اسی کا کھلوانا ہے یعنی خوشی ہے۔

پانچویں دلیل

پانچویں "یرزقون" فرمایا ہے۔ رزق کی ضرورت روح مع الجسم کو ہی ہوتی ہے۔

چھٹی دلیل

چھٹے جس قدر آیات واحادیث عذاب قبر کے بارے مین اور قبر میں جسم ہی ہوتا ہے مع الروح جمہور کے نزدیک اور بغیر روح کے عذاب وثواب کا فائدہ ہی نہیں نہ نقصان ہے نہ ثواب نہ عذاب۔ یہ سب دلیل ہیں کہ یہ حیات مجموعہ روح و جسم کی ہوتی ہے اور یہ مسئلہ تو تواتر سے ثابت ہے امام رازی کہتے ہیں الاخبار فی ثواب القبر و عذابه کا لمتواترة[۱۰] (ج ۲ ص ۵۳ تفسیر کبیر) آگے کچھ آیات نفس مسئلہ کے متعلق آنے والی ہیں جن سے روح و جسم کے مجموعہ کی حیات بھی ثابت ہوتی ہے بلکہ انبیاء اور حضور ﷺ کی بلکہ مومن کی بھی خصوصیت نہیں کافر تک کو بھی ایک قسم کی حیات جسمی حاصل ہے۔

حیات برزخی کا ثبوت

(۳) عینی شرح بخاری جدید ج ۸ ص ۱۴۵ پر ہے کہ آیت شریفہ "ربنا امتنا

---

۱۰ ثواب اور عذاب قبر کے بارے میں روایات مثل متواتر کے ہیں

اثنتین واحییتنا اثنتین" ۱؎ میں، اللہ تعالی نے دو موتوں کا ذکر کیا ہے اور وہ اسطرح متحقق ہو سکتی ہیں کہ قبر کے اندر زندگی ہو اور موت ہو تا کہ ایک موت تو وہ ہو جو حیات دینوی کے بعد حاصل ہوئی اور دوسری وہ ہو جو اس حیات قبری کے بعد ہو گی۔"

جب تک حقیقی معنی موت و حیات کے ممکن ہوں مجاز کا کوئی قرینہ نہ ہو مجازی معنی لینا یقیناً درست نہیں حقیقی دو موتیں اسی طرح ہو سکتی ہیں ایک دینوی حیات کے بعد ایک قبر کی قبری حیات کے بعد لہذا اس سے حیات قبری ثابت ہے۔

و شرح مواقف ج ۸ ص ۳۱۸ پر ہے وما المراد بالاماتتین والا حیائین فی هذه الایة الا الا ماته قبل مزار القبور ثم الاحیاء فی القبر ثم الاماتة فیه ایضا بعد مسئلة منکر و نکیر ثم الاحیاء للحشر هذا هو الشائع المستفیض من اصحاب التفسیر ۲؎

ثبوت عذاب قبر دلیل حیات ہے

۴) عینی میں اس سے اوپر بیان ہے آیت " وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیها غدوا وعشیا" ۳؎ میں، بتایا ہے کہ یہ

۱؎ اے ہمارے رب آپ نے ہم کو دوبار مردہ رکھا اور دوبارہ زندگی عطا کی۔

۲؎ اس آیت میں دو موتوں اور دو حیاتوں سے کیا مراد ہے سوائے اس کے کہ ایک موت قبر میں جانے سے پہلے ہو پھر قبر میں زندہ کیا جاتا ہو پھر اس میں موت واقع ہو منکر نکیر کے سوال جواب کے بعد پھر حیات ہو حشر کیلئے، اصحاب، تفسیر سے یہی معنی مشہور و شائع ہیں۔
اس عبارت کی مزید توضیح و تشریح کیلئے کتاب کے آخر میں ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں (خلیل احمد تھانوی)

۳؎ سورۃ مومن آیت ۴۶ ترجمہ اور فرعون والوں پر موذی عذاب نازل ہوا وہ لوگ صبح شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں (بیان القرآن ج ۱۰ ص ۳۹)

آیت اس باب میں صریح ہے کہ کافروں کو مرنے کے بعد ہی عذاب ہوگا عذاب قبر ہوگا۔ آگے اس پر دلیل دی ہے کہ اس کے بعد جو ہے "و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب"[1] اس میں عذاب آخرت کا عطف اس پر ہونا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس کے علاوہ ہے یعنی وہ عذاب جو قبل قیامت ہے عذاب قبر ہے پھر دلیل کی تکمیل کی ہے کہ جب عذاب دینا ثابت ہے اور زندہ کرنا اور قبر کا سوال جواب بھی ثابت ہے۔

کیونکہ کل من قال بعذاب القبر قال بهما جب ہر قائل عذاب قائل حیات ہے اور عکس نقیض موجبہ کلیہ کا موجبہ کلیہ لازم ہے یعنی کل من لم یقل بهما لم یقل بعذاب القبر تو منکر حیات منکر عذاب قبر ہوگا اور عذاب قبر تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک قطعی دلائل سے ثابت ہے آیات سے بھی اور احادیث متواترہ سے بھی۔

علامہ خود آگے عذاب قبر کی احادیث کیلئے کہتے ہیں ولنا ایضا احادیث صحیحة واخبار متواتره[2] پھر احادیث در احادیث[3] درج ہیں۔ صحیحہ و متواترہ کہنے کے بعد کسی حدیث کے کسی راوی کو کسی نے ضعیف کہہ بھی دیا ہو تو تواتر پر تو اسکا اثر ہو ہی نہیں سکتا۔ علامہ کے صحیح کہنے کے بعد ہو قابل اعتناء ہی نہیں ہوگا لہذا کسی کی بھی حیات کا انکار متواتر سے ثابت شدہ عذاب کا انکار ہوگا۔ جس سے اس کے اسلام کو بھی خطرہ ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ عذاب قبر ایسی

---

[1] اور جس روز قیامت قائم ہوگی فرعون والوں کو نہایت سخت آگ میں داخل کردو

[2] ہمارے لئے اس باب میں بھی احادیث صحیحہ اور اخبار متواترہ ہیں

[3] پھر بہت سی حدیثیں درج کی گئی ہیں۔

چیز کو ہی ہو سکتا ہے جو قبر میں ہے اس لئے روح قبر میں ہونی ضروری ہے یہی تو حیات ہے ورنہ جسم خالی تو جمادات میں سے ہے عناصر اربعہ جامدہ کا مجموعہ ہے اس کو عذاب بے کیا معنی؟ عذاب تو تفعیل کا اسم مصدر خاصیت سلب ہے عذوبۃ یعنی شرینی حیات[۱] کو سلب کرنا عذوبۃ حیات حیات کو ہی تو حاصل ہو گی اسی کا تو سلب عذاب ہے یہ جمادات میں کیسے ممکن ہے (شرح مواقف ج ۸ ص ۳۱۸) پر ہے واما ما ذهب اليه الصلحى من المعتزلة والطبرى وطائفة من الكرامية من تجويز ذلك التعذيب على الموتى من غير احياء فخروج من المعقول لان الجماد لاحس له فيكف يتصور تعذيبه[۲]

ہر انسان کا قبر میں زندہ ہونا

۵) سورۃ براءۃ میں کفار منافقین کے ذکر میں ہے "سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم"[۳] عذاب قیامت سے پہلے دو عذاب ہیں ایک عذاب دنیا کا ایک عذاب قبر کا ہے۔

"عینی شرح بخاری ج ۸ ص ۱۹۹ پر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ فهذا العذاب الاول حين اخرجهم من الجسد

---

[۱] زندگی کی مٹھاس کو

[۲] اور یہ بات کہ جس کی طرف معتزلہ میں سے صلحی طبری اور کرامیہ کی ایک جماعت گئی ہے کہ اموات کو بغیر زندہ کے عذاب دیا جائیگا یہ عقل سے خارج ہے اس لئے کہ جماد میں حس نہیں ہوتی پس اس میں عذاب کا تصور کیسے ہو گا۔

[۳] التوبۃ آیت ۱۰۱ ترجمہ ہم ان کو دہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے۔

والعذاب الثانی عذاب القبر“[۱]

اور ”فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۰“ پر اس روایت کے بعد حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے مر تین عذاب دنیا و عذاب قبر ہے اور چونکہ قبر میں جسم موجود ہے اس لئے عذاب قبر جسم کو ہوگا اور جسم میں روح نہ ہو تو عذاب عذاب ہی نہیں رہتا جیسے بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا باعث تکلیف نہیں ہے۔ ایسے ہی بے حیات کی کانٹ چھانٹ بھی عذاب نہیں ہے اس لئے عذاب قبر کی کل آیات و احادیث متواترہ سے ہر انسان میں خواہ وہ کافر ہی ہو حیات قبر ثابت ہو رہی ہے گو نوعیت اس حیات کی کچھ مختلف ہی ہو مگر جب تواتر سے عذاب قبر ثابت ہے تو تواتر سے ہی حیات قبر بھی ثابت ہے اس لئے شیخ ابن حجر فرماتے ہیں واستدل بها علی ان الارواح باقیة بعد فراق الاجساد وهو قول اهل السنة[۲] (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۰)

بلا حیات عذاب قبر ہونے کی نفی

۶) سورۃ انعام میں ہے ”ولو تری اذا الظلمون فی غمرات الموت والملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون“[۳]

۱۔ پو یہ پہلا عذاب ہے جب کہ انکو جسم سے نکالا جائیگا اور دوسرا عذاب عذاب قبر ہے۔

۲۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ روح جسموں سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے اور یہی قول اہل سنت کا ہے۔

۳۔ الانعام آیت ۹۴ اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے ہاں اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائیگی (بیان القرآن)

الیوم کا عذاب قبل قیامت کا عذاب قبر ہے جو بلا حیات نہیں ہوتا بعض معتزلہ نے بلا حیات عذاب قبر تسلیم کیا ہے اس کے جواب میں علامہ عینی ج ۸ ص ۷۴ ۱ پر کہتے ہیں وھذا خروج عن المعقول لان الجماد لا حس له فکیف یتصور تعذیبه ؎۱ یہ اوپر شرح مواقف سے بھی نقل ہے۔

تشریح آیت و اثبات حیات فی القبر

۷) یثبت الله الذین آمنوا بالقول فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرة ؎۲ بخاری شریف کی حدیث میں ہے عن البراء بن عازبؓ عن النبی ﷺ قال: اذا اقعد المؤمن فی قبره اتی ثم شهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فذلک قوله "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرة" اور اس کے بعد ہے حدثنا شعبة بھذا وزاد " یثبت الله الذین آمنوا " نزلت فی عذاب القبر ؎۳ علامہ عینی نے مسلم سے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس

؎۱ اور یہ بات عقل سے خارج ہے اس لئے کہ جماد میں حس نہیں ہوتی پس اس کے لئے عذاب کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔

؎۲ اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے (سورۃ ابراھیم آیت ۲۷)

؎۳ براء بن عازب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جب بٹھایا جاتا ہے مومن اپنی قبر میں آتے ہیں اس کے پاس فرشتے پھر وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں پس یہ معنی ہیں اس آیت کے کہ "یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرة" اور اس کے بعد اسی روایت کو شعبہ سے بھی نقل کیا ہے اس میں یہ الفاظ بھی زیادہ ہیں کہ "یثبت الله الذین امنوا" کی آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳)

سے اوپر ذکر ہے کہ ابن مردویہ وغیر کی حدیث میں لفظ یہ ہیں ان النبی ﷺ ذکر عذاب القبر فقال ان المسلم اذا شھد ان لا اله الله وان محمدا رسول الله الی آخر الحدیث[۱] ج ۷ ص ۲۰۰ ان سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں قبر کا ہی معاملہ ہے اور مسلمانوں کو ثابت و قائم رکھنا قبر میں کا ہے جو دلیل ہے حیات فی القبر کی۔ یہ حدیثیں اس لئے پیش کی ہیں کہ آیت میں تاویل نہ کی جاسکے اور تیسری روایت سے معلوم ہوا کہ یہ عذاب قبر کے متعلق ہونا حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

قبر میں روح کے جسم سے تعلق اور عذاب قبر کی نوعیت

۹) "الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی"[۲]

"یتوفی" قبض کرنا ہے اس کے بذریعہ عطف دو مفعول ہیں ایک نفس (روح) حین موتھا دوسرے نفس (روح) نوم کے اندر یہ فعل دونوں پر وارد ہے ایک

---

[۱] بیشک نبی ﷺ نے ذکر کیا عذاب قبر کو پس فرمایا کہ بیشک مسلمان جب گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ محمد اللہ کے رسول ہیں آخر حدیث تک۔

[۲] اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو انکی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آتی ان کے سونے کے وقت پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک کیلئے رہا کر دیتا ہے (الزمر آیت ۴۲ بیان القرآن ج ۱۰ ص ۲۵)

ہی فعل کے دونوں معمول ہیں لہذا جو بات یہاں ہے وہ وہاں ہے جو وہاں ہے وہ یہاں ہے۔ اور سب دیکھتے ہیں کہ سونے میں باوجود قبض روح کے روح کو جسم سے اتنا تعلق رہتا ہے کہ پاؤں پر ضرب تک کو محسوس کرتا ہے اس لئے بعد موت بھی گو روح جسم سے باہر ہی ہو جیسے کہ سونے میں تھی جسم سے اس قدر تعلق رہنا ضروری ہے جس سے ادراک ہو سکے جیسے سونے میں ادراک ہوتا ہے گو کامل تعلق نہ ہو جیسے سونے میں نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ اور پھر آیت "وھو الذی یتوفاکم باللیل"[1] اس سے بھی قبض روح معلوم ہوتا ہے علامہ علی قاری نے کمالین علی الجلالین میں لکھا ہے عن علی قال: یخرج الروح عند النوم ویبقی شعاعه فی الجسد فاذا انتبه من النوم عاد الروح الی جسده باسرع من لحظة[2] اور حاکم و طبرانی سے حضرت علیؓ کی مرفوع حدیث بھی روح ہی کیلئے ہے کہ روح عرش تک جاتی ہے جو عرش کے قریب جاگتی ہے اس کو خواب سچا ہوتا ہے اور جو عرش سے نیچے ہو اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے اور نفس سے روح ہی مراد ہے۔

تفسیر روح المعانی ج ۲۴ ص ۸ میں احادیث سے اسکو ثابت کیا ہے کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں سونے کے وقت کی دعا میں ہے ان امسکت

۱؎ وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے۔ الانعام آیت ۶۰

۲؎ حضرت علی سے روایت ہے فرماتے ہیں نکلتی ہے روح نیند کے وقت اور اسکی شعاعیں باقی رہتی ہیں جسم میں پس جب آدمی بیدار ہوتا ہے نیند سے تو لوٹ آتی ہے اس کی روح جسم میں ایک لحہ سے بھی کم وقت میں۔

۳؎ اگر آپ روک لیں میری روح کو اس پر رحم فرمائیں۔

نفسی فارحمها۔[۳] اور بخاری و صحاح کی حدیث میں فجر کی قضا ہونیکی حدیث میں ہے ان اللہ تعالی قبض ار واحکم حین شاء[۱] اس سے معلوم ہوا نفس روح ایک ہی ہے یہی مقبوض ہو کر بھی تعلق رکھتی ہے لہذا ضرور ہے کہ موت کے بعد بھی روح کی شعاعیں جسم سے متصل رہ کر ایک طرح کی حیات ہو۔ ہر انسان مسلم و کافر تک کو حاصل ہو۔ گو اعمال صالحہ سے اس کی قوت و ضعف کا فرق رہے سب سے اقوی انبیاء علیہم السلام کی، پھر صدیقین، پھر شہداء، پھر صالحین، پھر عامۃ المسلمین، اور پھر کفار کی ہو، جو سبب ہو گا تنعیمات و تکلیفات کا، جن کی تفصیلات احادیث شریفہ میں اور اشارات آیات میں ہیں۔ اور جیسے نیند نیند میں فرق ہوتا ہے کہ کوئی ہوشیار دل سے بیدار آنکھیں بند، اور کوئی ہوشیار مثل بیدار کے، کوئی کم کوئی غافل مثل مردہ کے۔ اس طرح موت میں روح کے جسم سے تعلق میں درجات ہونگے۔ ایک مثل حیات کاملہ کے۔ گو کھانے، پینے، پیشاب، پاخانہ، سردی، گرمی، اور احتیاجات سے پاک ہو۔ یہ تعلق اعلی قسم کا ہے جسکے احکام اعلی ہیں کہ جسم مٹی پر حرام عورت بیوہ نہیں مال ترکہ نہیں یہ انبیاء علیہم الصلوۃ السلام میں ہے۔

دوسرا اس سے کم اس کے احکام بھی کم کہ غسل و کفن نہیں باقی سب ہیں یہ شہید ہیں جو حقیقی ہو۔

پھر اس سے کم جو شہید حکمی ہیں پھر صالح مومن کیلئے، پھر سب سے کم کافر کیلئے۔

---

[۱] اللہ تعالی تمہاری روحوں کو جب چاہے روک لیتا ہے۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ جتنا تعلق روح کا جسم سے قوی ہوگا تکلیف نہ ہوگی یا کمتر ہوگی جتنا ضعیف ہوگا تکلیف زائد ہوگی جیسے کہ قوی کو مرض وضرب سے کم اور ضعیف ومریض، بچے کو زیادہ ہوتی ہے اور سوئے ہوئے عضو کو بہت دوسرے کو کم ہوتی ہے۔

عذاب قبر کافر کو سخت اور عاصی کو کم شہداء اور انبیاء صفر ہوگا۔

حدیث سے حیات النبی کا اثبات اور اسکی نوعیت

۹) احادیث صحیحہ ومتواترہ سے حیات حضور ﷺ کی ثابت ہے عربی میں امام بیہقی اور علامہ سیوطیؒ وغیرہ کے اس پر رسائل ہیں اور اردو میں زمانہ حال کے مولینا صفدر صاحب اور مولانا خالد محمود صاحب کے رسالے موجود ہیں۔

علامہ سیوطیؒ کتاب الحاوی للفتاوی (ج ۲ ص ۱۴۷) پر کہتے ہیں حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک وتواترت بہ الاخبار [۱] اور اس کے بعد بہت سی احادیث نقل کر کے علامہ قرطبیؒ کا قول لکھا ہے: الی غیر ذلک مما یحصل من جملتہ القطع بان موت الانبیاء انما ھوراجع الی ان غیبوا عنا بحیث لاندرکھم وان کانوموجودین احیاء وذلک کالحال فی الملائکۃ فانھم موجودون احیاء ولا یراھم احد من

۱؎ نبی اکرم ﷺ اور تمام انبیاء کی حیات ہمارے نزدیک علم قطعی کے طور پر معلوم ہے جبکہ اس پر دلائل قائم ہو چکے ہیں اور احادیث حد تواترہ کو پہنچ چکی ہیں۔

۲؎ اس قسم کی روایات سے یہ بات قطعی طور پر حاصل ہو گئی ہے کہ موت انبیاء کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب ہیں کہ ہم ان کو پاتے نہیں اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں ان کا حال فرشتوں کا سا ہے کہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں انسانوں میں سے کوئی انکو نہیں دیکھ سکتا سوائے اس کے جس کو اللہ نے اپنے کرم سے خاص کر لیا ہو اولیاء میں سے۔

نوعنا الامن خصه الله بکرامته من اولیائه ۲؎
(شرح مواقف ج۸ ص۲۱۸) والاحادیث الصحیحة الدالة علیه ای عذاب القبر اکثر من ان تحصی بحیث تواتر القدر المشترک وان کان کل واحد منها من قبیل الآحاد ۱؎ اور اس کے بعد احادیث درج ہیں۔

اور علامہ سیوطیؒ کی کتاب شرح الصدور فی شرح احوال الموتی والقبور (ص ۶۳ سے ص ۷۲) تک پچاس احادیث درج ہیں اور پھر کچھ لوگوں کے واقعات بھی درج کئے ہیں۔

حضور ﷺ اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی بلکہ تمام انسانوں کی حیات احادیث متواترہ سے ثابت شدہ نقل کرنے کے بعد ہم جیسوں کو احادیث نقل کرنیکی ضرورت ہی نہیں اور نہ کسی راوی کے ضعف و قوت پر نظر کرنیکی گنجائش رہی کہ تواتر اس سے بلند و بالا حجت ہے اس لئے تواتر احادیث کے حوالے نقل کئے گئے نقل احادیث کی ضرورت نہیں۔

حیات النبی پر اجماع اہل حق ہے

۱۰) اجماع اہل حق اسی پر ہے (الف) حاوی سیوطی ۲ ص ۱۴۹ پر شیخ الشافعیة الاستاذ ابو المنصور عبد القاہر کا قول لکھا ہے قال

۱؎ اور احادیث صحیحہ اس بات پر کہ عذاب قبر ہوتا ہے اتنی زیادہ ہیں کہ انکا احاطہ نہیں کیا جا سکتا ان میں عذاب قبر کا ہونا مشترک ہے اگرچہ ان میں سے ہر ایک از قبیل خبر واحد ہو۔

المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا صلى الله عليه وسلم حی بعد وفاته وانه یسر بطاعات امته ويحزن بمعاصى العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من یصلی علیه من امته [۱]

ب) فقہ اکبر مصنفہ امام اعظم ابو حنیفہ کے قول واعادة الروح الى العبد فی قبره حق و ضغطة القبر حق وعذابه حق كائن للكفار كلهم اجمعین وبعض المسلمين [۲] کی شرح میں ص ۸۰ پر علی قاری کہتے ہیں واعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالى يخلق فی المیت نوع حیوة فی القبر قدر مایتألم ويتلذذ ولكن اختلفوا فی انه هل یعاد الروح۔ اذ جواب الملكين فعل اختیاری فلا یتصور بدون الروح، وقیل یتصور الاترى ان النائم يخرج روحه ويكون روحه متصلا بجسده حتی یتالم فی المنام ويتنعم، وقدروى عنه عليه الصلوة والسلام انه سئل كيف يوجع اللحم فی القبر ولم یکن فيه الروح، فقال عليه الصلوة والسلام كما يوجع بسنك وليس فيه الروح [۳]

---

[۱] ہمارے اصحاب میں سے متکلمین محققین نے فرمایا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور وہ اپنی امت کی طاعات سے خوش اور گناہگاروں کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں اور یہ کہ ان کو درود پہنچایا جاتا ہے جو انکی امت میں سے ان پر درود بھیجتا ہے۔ [۲] اور روح کا بندے کی طرف اسکی قبر میں لوٹایا جانا حق ہے اور قبر کا دبانا حق ہے اسکا عذاب حق ہے جو سب کافروں کیلئے اور بعض مسلمانوں کیلئے ہے۔ [۳] جان لو یہ بات کہ اصل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالی قبر میں میت میں اس قسم کی حیات پیدا کرتا ہے کہ جس سے وہ تکلیف اور راحت محسوس کرتا ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ کیا لوٹائی جاتی ہے روح تاکہ فرشتوں کا جواب فعل اختیاری بن جائے کیونکہ وہ بغیر روح کے متصور نہیں ہوتا اور بعض کا قول ہے کہ بغیر روح کے بھی جواب متصور ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ سوئے ہوئے کی روح نکالی جاتی ہے پھر بھی روح کا اس کے جسم سے تعلق ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ نیند میں راحت و تکلیف محسوس کرتا ہے اور نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ قبر میں گوشت میں درد کیسے ہوگا جبکہ اس میں روح نہ ہوگی پس آپ ﷺ نے فرمایا جیسے تمہارے دانت میں درد ہوتا اور اس میں روح نہیں ہے۔

حدیث سے معلوم ہوا جیسے روح دانت سے باہر رہ کر بھی اتصال رکھتی ہے اور سخت تکلیف کا سبب بنتی ہے ایسے ہی روح علیین و سجین میں رہتے ہوئے جسم سے اتصال رکھتی ہے اور سخت عذابات کا سبب بنتی ہے یہی تو حیات قبری ہے۔

اور اسی صفحہ کے آخر میں فرمایا ہے انعام وایلام قبر کے باب میں ہے
واختلف فی انه بالروح او بالبدن او بهما وهوالا صح منهما الا انانؤمن بصحته ولا نشتغل بكيفيته ۱؎

ج) فتح الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۱۸۰ باب ماجاء فی عذاب قبر، جبکہ عذاب قبر کا ثبوت دلیل ہے روح کے قبر میں ہونیکی کہ جماد عذاب کا اہل نہیں ہے واكتفى باثبات وجوده خلا فالمن نفاه مطلقا من الخوارج و بعض المعتزلة كضرار بن عمر و وبشير المريسى ومن وافقهما وخالفهم فى ذلك اكثر المعتزلة و جميع اهل السنة و غير هم واكثرو من الا حتجاج له ۲؎

اہل سنت والجماعت اور اکثر امت کا عذاب قبر پر اتفاق حیات پر اتفاق ہوا جن میں اکثر معتزلہ بھی آگئے تو وہ بھی حیات قبر کے قائل ہیں۔

۱؎ انعام قبر اور عذاب قبر کے باب میں بیان فرماتے ہیں کہ اختلاف اس میں ہے کہ (عذاب و راحت) روح کو ہوگا یابدن کو یا دونوں کو اور یہی صحیح ہے (کہ دونوں کو ہوگا) مگر یہ کہ ہم اس کے ہونے کا تو یقین کر سکتے ہیں البتہ کیفیت سے تعرض نہیں کرتے۔

۲؎ اور اکتفاء کیا ہے (امام بخاری) نے اس کے (عذاب قبر کے) وجود کو ثابت کرنے پر خلاف ان لوگوں کے جنہوں نے اسکی مطلق نفی کی ہے خوارج اور بعض معتزلہ میں سے جیسے کہ ضرار بن عمرو اور بشیر المریسی اور وہ لوگ جنہوں نے ان دونوں کی موافقت کی ہے۔ اور تمام اہل سنت اور اکثر معتزلہ نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس سلسلے میں بہت ساری دلائل لئے ہیں

ایضا قولہ (البخاری) و قولہ تعالی "وحاق بال فرعون" الایۃ کے تحت، واستدلال بھا علی ان الارواح باقیۃ بعد فراق الاجساد وھو قول اھل السنۃ[۱]

ایضاً ص ۱۸۲ حدیث عائشہؓ "انک لا تسمع الموتی" کے تحت ہے۔[۲]

وقد اخذ ابن جریر وجماعۃ من الکرامیۃ من ھذہ القصۃ ان السوال فی القبر یقع علی البدن فقط، ان اللہ یخلق فیہ ادراکا بحیث یسمع و یعلم ویلذ ویالم۔ وذھب ابن حزم وابن ھبیرۃ ان السوال یقع علی الروح فقط من غیر عود الی الجسد۔ وخالفھم الجمھور فقالوا: تعاد الروح الی الجسد او بعضہ کما ثبت فی الحدیث[۳] آگے ان کے شبہات کے جواب ہیں اور بخاری شریف کی متعدد حدیثوں سے عذاب والوں کا چلانا اور انس و جن کے علاوہ سب کا سننا وارد ہے جس سے عذاب قبر کا جسد و روح کے مجموعہ پر ہونا اور حیات ہونا ثابت ہے۔

۱۔ اور امام بخاری کا قول ہے اللہ تعالی کے اس قول وحاق بال فرعون سے دلیل پکڑی ہے اس بات پر کہ ارواح جسموں سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے اور یہی اہل سنت کا قول ہے۔

۲۔ ایسے ہی ص ۱۸۲ پر حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ "بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے" سے استدلال کیا ہے۔

۳۔ ابن جریر اور کرامیہ کی ایک جماعت نے اس قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ سوال قبر میں صرف بدن سے ہوگا اس طرح کہ اللہ تعالی اس میں ایسا ادراک پیدا فرمادیں گے کہ جس سے وہ سنے گا جانے گا تکلیف راحت محسوس کرے گا ابن جریر اور ابن ہبیرہ اس طرف گئے ہیں کہ سوال صرف روح سے ہوگا اس کے جسم میں لوٹائے بغیر اور جمہور نے ان کی مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ روح جسم میں لوٹائی جائے گی یا اس کا بعض لوٹایا جائیگا جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

د) عمدۃ القاری للعینی شرح بخاری ج ۸ ص ۱۴۵ پر جوتوں کی آواز سننے پر چیخوں کی آواز کے بعد ہے فیہ اثبات عذاب القبر وھو مذھب اھل السنۃ والجماعۃ وانکر ذلک ضرار بن عمرو بشر المریسی واکثر المتأخرین من المعتزلۃ [1]

ہ) شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور للسیوطیؒ ص ۴۷

ومحلہ الروح والبدن جمیعا باتفاق اھل السنۃ وکذ القول فی النعیم [2]

و) شرح مواقف مصری ج ۸ ص ۳۱۷

المقصد الحادی عشر احیا الموتی فی قبورھم ومسئلۃ منکر و نکیر لھم و عذاب القبر للکافر والفاسق کلھا حق عندنا واتفق علیہ سلف الامۃ قبل ظھور الخلاف واتفق علیہ الاکثر بعدہ ای بعد الخلاف و ظھورہ وانکرہ مطلقا ضرار بن عمرو بشر المریسی واکثر المتاخرین من المعتزلۃ [3]

۱؎ اس میں عذاب قبر کا اثبات ہے اور یہی مذہب ہے اہل السنت والجماعت کا اور ضرار بن عمر اور بشر المریسی اور اکثر متاخرین معتزلہ نے اسکا انکار کیا ہے۔

۲؎ باتفاق اہل سنت اسکا محل روح اور بدن دونوں اکٹھے ہیں اور ایسا ہی قول ہے، نعیم میں۔

۳؎ گیارہواں مقصد ہے اس بیان میں کہ مردے اپنی قبروں میں زندہ ہیں منکر نکیر کا سوال اور عذاب قبر کافر وفاسق کیلئے ہمارے نزدیک سب حق ہے سلف امت اس مسئلہ میں اختلاف کے ظہور سے پہلے متفق تھے اور اکثر ان میں سے اختلاف کے ظہور کے بعد بھی متفق ہیں اور ضرار بن عمر اور بشر المریسی اور اکثر متاخرین معتزلہ نے اسکا انکار کیا ہے۔

ز) حاشیہ چلپی اسی صفحہ پر ہے اتفق اهل الحق علی ان الله تعالی یعید الی المیت فی القبر نوع حیات قدر ما یتالم ویتلذذ ؎۱

ح) فقہ اکبر ص۱۹ وفی المسئلة خلاف المعتزلة وبعض الرفضة ؎۲

ط) شامی ج۱ص ۳۷۷ قبیل عیدین قال اہل السنة والجماعة: عذاب القبر حق الی ان قال فیعذب اللحم متصلا بالروح والروح متصلا بالجسم فیتالم الروح والجسد وان کان خارجا عنه ؎۳

ی) احسن الفتاوی ص ۳۷۱ حضرت شیخ عبدالحقؒ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں " حیات انبیاء متفق علیه است ہیچ کس راوے خلافے نیست حیات انبیاء حقیقی نه حیات معنوی روحانی" ؎۴

اور حیات القلوب میں فرماتے ہیں :بدانکه در حیات انبیا علیہم

؎۱ اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالی قبر میں میت کیلئے ایسی حیات لوٹاتے ہیں جس سے وہ تکلیف وراحت محسوس کرے۔

؎۲ اور اس مسئلہ میں معتزلہ اور بعض شیعہ کا اختلاف ہے۔

؎۳ شامی ج ۱ ص ۳۷۷ میں باب عیدین سے قبل ہے اھل سنت والجماعت نے کہا کہ عذاب قبر حق ہے (اس قول تک) پس عذاب دیا جاتا ہے گوشت کو روح کے ساتھ اور روح کو جسم کے ساتھ پس تکلیف محسوس کرتی ہے روح بھی جسم بھی اگر چہ روح جسم سے باہر ہوتی ہے۔

؎۴ حیات انبیاء متفق علیہ ہے اس مسئلہ میں کسی کا خلاف نہیں ہے انبیاء کی حیات حقیقی ہے نہ کہ معنوی وروحانی۔

السلام و ثبوت این صفت مر ایشان را و ترتب آثار و احکام آن ہیچ کس را از علماء خلاف نیست ۔۱

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح (طحطاوی ص ۴۴۷) میں ہے :

وسما هو مقرر عند المحققين انه صلى الله عليه وسلم حى يرزق فمتع بجميع الملاذ والعبادات غيرانه حجب عن ابصار القاصرين ۔۲

مرقات شرح مشکوۃ طبع جدید ج ۳ ص ۲۳۸

قال ابن حجر و ما افاده من ثبوت حياة الانبياء حيوة بها يتعبدون و يصلون فى قبورهم مع استغنائهم عن الطعام والشراب كالملائكة امر لا مرية فيه ۔۳

لہذا انکار حیات قبری کسی بھی فرد بشر کیلئے معتزلہ اور روافض و خوارج کا قول ہے اہل حق کا قول نہیں ہے۔ چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام اور سردار انبیاء ﷺ کی حیات اس کا انکار کتنا خطرناک ہے غور کیا جائے !!!

۱۔ جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات اور اس صفت پر اسکے ثبوت اور اس پر آثار و احکام کے مرتب ہونے میں علماء میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

۲۔ اور جو بات محققین کے نزدیک طے شدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں آپ کو رزق دیا جاتا ہے پس آپ متمتع ہوتے ہیں تمام لذتوں سے اور عبادات سے سوائے اس کے کہ آپ پردہ فرمائے ہیں قاصرین کی نگاہوں سے۔

۳۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حیات انبیاء کے بارے میں جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایسی حیات کے ساتھ زندہ ہیں کہ اپنی قبروں میں عبادت کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں کھانے پینے سے ایسے ہی مستغنی ہیں جیسے فرشتے یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

قیاس سے حیات النبی کا اثبات

۱۱) چونکہ حدیث شریف میں ہے وجعلت قرة عینی فی الصلوة اگر حیات نہ ہوگی صلوة نہ ہوسکے گی قرة العین سے محرومی ہوگی یہ ایک عذاب بن جائیگا کہ عذاب ازالہ عذوبۃ حیات ہی ہوتا ہے العیاذ باللہ اس لئے قیاس بھی حیات قبر کی دلیل ہے۔

رفع تعارض

۱۲) غلط فہمی یا شبہ اسلئے ہی پیش آسکتا ہے کہ بعض احادیث و تفاسیر میں بعض سے تعارض معلوم ہوتا ہے اسلئے جمع کی صورتیں بھی پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

الف) مشکوۃ کی حدیث اکتبوا کتابه فی علیین واعیدوه الی الارض[۱۰] کے تحت علی قاری نے مرقاۃ جدید ج ۴ ص ۲۵ میں لکھا ہے۔

قال العسقلانی فی فتاواه:ارواح المومنین فی علیین وارواح الکفار فی سجین ولکل روح بجسدها اتصال معنوی لا یشبه الاتصال فی الحیوة الدنیا بل اشبه شئی به حال النائم وان کان هو اشد من حال النائم اتصالا وبهذا یجمع بینما ورد ان مقرها فی علیین والسجین و بین مانقله ابن عبد البر عن الجمهور انها عند افنیة قبورها قال ومع ذلک فهی ماذون لها فی

---

۱۰ انکی تقدیر علیین میں لکھو پھر انکو زمین کی طرف پھیردو۔

التصرف وتاوی الی محلها من علیین او سجین، قال واذا نقل المیت من قبر الی قبر فالاتصال المذکور مستمر وکذالو تفرقت الاجزاء ۱؎

ب) امام شعرانی المیزان ج ۱ ص ۱۷۷ پر ایک اختلاف نقل کر کے جواب دے رہے ہیں واجاب الاول بان الروح ماخرجت منه حقیقة ولکن ضعفت تدبیرها لتعلقها بعالمها العلوی فقط بدلیل سوال منکر و نکیر و عذابها فی القبر و نعیمها واحساس المیت بذلک وهنا اسرار یعرفها اهل الله لا تسطر فی کتاب فان الکتاب یقع فی یداهله و غیر اهله ۲؎

۱؎ عسقلانی نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ مومنین کی ارواح علیین اور کفار کی ارواح سجین میں ہوتی ہیں اور ہر روح کا اس کے جسم کے ساتھ معنوی اتصال ہوتا ہے وہ اتصال دنیوی زندگی کے مشابہ نہیں ہوتا بلکہ وہ سونے والے کے تعلق سے بھی شدید ہوتا ہے اس طرح ان دونوں باتوں کو جمع کیا جاسکتا ہے کہ جو روایت میں آیا ہے کہ روح کا مستقر تو علیین اور سجین ہے اور یہ بات کہ جس کو ابن عبدالبر نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ وہ جسم اپنی قبروں میں ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ اس کے باوجود اس روح کو اجازت تصرف ہوتی ہے اور وہ درد محسوس کرتی ہے اپنے محل علیین اور سجین میں رہتے ہوئے، فرماتے ہیں کہ جب کوئی میت ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کی جائے تو یہ اتصال مذکور وہاں بھی مستمر ہو جاتا ہے اسی طرح اگر اجزاء متفرق بھی ہو جائیں تب بھی اتصال رہتا ہے۔

۲؎ پہلا جواب یہ ہے کہ روح جسم سے حقیقۃً نکلتی نہیں ہے بلکہ اسکی تدبیر کمزور پڑ جاتی ہے اسکا تعلق عالم علوی سے قائم ہونیکی وجہ سے اسکی دلیل منکر نکیر کا سوال اور اسکو قبر میں عذاب وانعام کا ہونا اور میت کا اس کو محسوس کرنا ہے اور اس میں بہت سے اسرار ہیں جن کو اہل اللہ پہچانتے ہیں انکو اس کتاب میں بیان نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ کتاب تو ہر اہل و نااہل کے ہاتھ پڑتی ہے۔

یعنی علیین و سجین میں ہونے کے باوجود جسم سے تعلق غیر احتیاجی رہتا ہے مگر دنیوی تعلق سے کچھ ضعیف ہے کہ عالم علوی کی مشغول میں ہے اور نوم سے قوی ہے روح حقیقت میں خارج نہیں ہوتی توجہ دوسری طرف ہو جاتی ہے جہاں رد کا لفظ ہے وہاں رد توجہ ہی ہے۔

ج) فتح الباری شرح بخاری ج ۳ ص ۱۸۲

والحاصل للقائلین بان السوال یقع علی الروح فقط ان المیت قد یشاهد فی قبره حال المسئلة لا اثر فیه من اقعاد و غیره ولا ضیق قبره ولا سعة وکذلک غیر المقبور کالمصلوب، وجوابهم ان ذلک غیر ممتنع فی القدرة بل له نظیر فی العادة وهو النائم فانه یجد لذة والما لا یدرکه جلیسه بل الیقظان قد یدرک الما ولذة لما یسمعه او یفکر فیه ولا یدرک ذلک جلیسه وانما اتی الغلط من قیاس الغائب علی الشاهد، واحوال مابعد الموت علی ما قبله والظاهر ان الله تعالی صرف ابصار العباد واسماعهم عن مشاهدة ذلک وستره عنهم ابقاء علیهم۔ لئلا یتدافنوا ولیست للجوارح الدنیویة قدرة علی ادراک امور الملکوت الامن شاء الله وقد ثبتت الاحادیث بما ذهب الیه الجمهور کقوله "انه یسمع خفق نعالهم" وقوله تختلف اضلاعه لضمة القبر وقوله یسمع صوته اذا ضربه بالمطراق وقوله یضرب بین

اذنیه وقوله فیقعد انه وکل ذلک من صفات الاجساد۔۱۰

د)عذاب قبر اور انواع عذابات کے بعد امام غزالیؒ نے جو تلقین فرمائی ہے وہ غور اور دلنشین کرنے کے قابل ہے وارباب القلوب والبصائر یشاهدون بنور البصیرة هذه المهلکات، وانشعاب فروعها، ان مقدار عددها لا یوقف علیه الا بنور النبوة فامثال هذه الاخبار لها ظواهر صحیحة واسرار خفیة ولکنها عند ارباب البصائر واضحة فمن لم

۱۰۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ سوال صرف روح سے ہوگا کہتے ہیں کہ کبھی ہم قبر میں میت کا مشاہدہ اس حال میں کرتے ہیں کہ اس پر قبر میں بٹھائے جانے اور قبر کے کشادہ و تنگ ہونے کا کوئی اثر نہیں ہوتا اسی طرح وہ لوگ ہیں جن کو قبر میں دفن نہیں کیا جاتا جیسے پھانسی پر لٹکایا جانے والا شخص۔

انکی اس بات کا جواب یہ ہے کہ غیر تمتع القدرت نہیں ہے بلکہ اسکی نظیر عادۃ موجود ہے اور وہ سونے والا ہے کہ کبھی کبھی وہ لذت و تکلیف محسوس کرتا ہے اور اسکے پاس بیٹھنے والا شخص محسوس نہیں کرتا ،بلکہ بیدار آدمی بھی کبھی لذت وراحت محسوس کرتا ہے جب وہ اسکو سنتا ہے یا اسکے بارے میں سوچتا ہے اور اسکے پاس بیٹھنے والا شخص اسکا ادراک بھی نہیں کرتا بلکہ یہ قیاس شاہد پر کرنا ہی غلط ہے اور موت کے بعد پیش آنے والے واقعات کا قبل موت کے واقعات پر قیاس غلط ہے۔

اور ظاہر بات یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے بندوں کی نظروں اور کانوں کو اسکے مشاہدہ سے باز رکھا یہ معاملہ ان سے پوشیدہ رکھا ہے کہ کہیں وہ اپنے مردوں کو دفن ہی نہ کریں۔

اور دنیوی اعضاء جوارع کو عالم ملکوت کے معاملات دیکھنے کی قدرت ہی نہیں ہے سوائے انکے جن اللہ چاہے۔ اور احادیث سے وہ بات ثابت ہو چکی ہے جس کو جمہور نے اختیار کیا ہے کہ میت جوتوں کی کھڑ کھڑاہٹ سنتا ہے اور ان کا یہ قول کہ قبر کے ملنے سے اسکی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور ان کا یہ قول کہ وہ سنتا ہے جب مارا جاتا ہے اس کو کوڑا۔

اور یہ قول کہ دونوں کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے اور اسکا یہ قول کہ وہ بیٹھتا ہے اور یہ سب کی سب جسم کی صفات ہیں۔

تنکشف له دقائقها فلا ینبغی ان ینکر ظواهر ها بل اقل درجات الایمان التصدیق والتسلیم [۱۰] اسکو غور سے پڑھا جائے اور دیکھا کہ انکار کا کیا درجہ ہے۔

حل اشکالات

۱۳) وجہ شبہ اور اس کا حل امام غزالی نے جو احیاء العلوم میں دیا ہے عبارت مذکورہ کے بعد ہے ترجمہ یہ ہے:

اگر تم یہ کہو کہ ہم تو کافر کو ایک مدت تک قبر میں دیکھتے ہیں اور نگرانی کرتے ہیں مگر ان میں سے کوئی بات بھی دیکھ نہیں پاتے تو مشاہدہ کیخلاف کیسے تصدیق کرلی جائے تو سمجھ لو کہ ایسی باتوں کی تصدیق میں تمہارے لئے تین صورتیں ممکن ہیں۔

۱) جو بہت ظاہر بہت صحیح ہے اور اسلم طریقہ یہی ہے کہ تم اسی کی تصدیق کرلو کہ یہ (۹۹ سانپ) موجود ہیں اور مردہ کو ڈستے ہیں لیکن تم دیکھتے ہیں ہو تو یہ آنکھ علم ملکوت کے امور کے دیکھ پانے کی اہل ہی نہیں ہے۔اور امور آخرت سب امور ملکوت ہی ہیں۔کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ صحابہؓ جبریل کے نازل ہونے پر کیسے ایمان لے آئے تھے حالانکہ انکو دیکھ نہیں پاتے تھے اور اس پر بھی ایمان رکھتے

---

۱۰ اہل دل اور اہل بصیرت اپنی نور بصیرت سے اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ مہلکات قبر کی بہت سی اقسام اور شعبے ہیں کہ جن کی تعداد اور مقدار سے انسان واقف نہیں ہو سکتا سوائے نور نبوت کے پس اس قسم کی خبریں کہ انکا ظاہر صحیح ہوتا ہے اور اسرار چھپے ہوتے ہیں لیکن وہ اسرار صاحب بصیرت لوگوں کیلئے واضح ہوتے ہیں پس جس پر وہ دقائق منکشف نہ ہوں تو اس کیلئے یہ مناسب نہیں کہ ان کے ظواہر کا انکار کرے بلکہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ان کی تصدیق کرنا اور تسلیم کرنا ہے۔

تھے کہ حضور ﷺ ان کو دیکھتے تھے۔ تو اگر تم اس پر بھی ایمان نہیں رکھتے تو فرشتوں اور وحی پر اصل ایمان کو صحیح کر لینا ہی تمہارے لئے بڑا اہم کام ہے (یعنی اپنا ایمان درست کر لو) اور اگر اس پر ایمان رکھتے ہو اور جائز قرار دیتے ہو کہ نبی ﷺ ان چیزوں کا مشاہدہ کر لیتے ہیں کہ جنکا امت مشاہدہ نہیں کر سکتی تو یہ میت کے بارے میں کیوں جائز نہیں رکھتے اور جیسے کہ فرشتہ آدمیوں کے اور جانوروں کے مشابہ نہیں ہوتا تو یہ زندگی اور سانپ بچھو بھی جو قبر میں ڈستے ہیں وہ ہمارے عالم کے سانپوں کی جنس سے نہیں ہیں وہ دوسری جنس ہے جسکو ہم دوسری آنکھ ہی سے دیکھ سکتے ہیں۔

۲) یہ کہ سوتے آدمی کی حالت کو یاد کرو۔ وہ سوتے میں دیکھتا ہے کہ سانپ اسکو ڈس رہا ہے وہ اسکی اذیت پاتا ہے کہ تم بھی دیکھ لیتے ہو کہ وہ نیند میں چلاتا ہے اور اسکی پیشانی پسینہ پسینہ ہو جاتی ہے اور کبھی جگہ سے اٹھ کر بھاگتا ہے تو یہ سب وہ اپنے اندر ہی محسوس کرتا ہے اور اس سے ایسی اذیت پاتا ہے جیسے بیدار آدمی مشاہدہ کر کے پاتا ہے۔ مگر تم اسکو سکون میں دیکھتے ہو اور اس کے آس پاس کوئی سانپ نہیں دیکھ پاتے ہو لیکن اس کے حق میں سانپ بھی موجود ہوتا ہے اور تکلیف بھی حاصل ہوتی ہے تو جبکہ اذیت ڈسنے میں ہوتی ہے تو کوئی فرق نہیں ہوگا کہ اس کا تخیل ہو یا مشاہدہ ہو (یعنی خواب میں ڈسنے سے بھی عذاب ہے مشاہدہ میں ڈسنے سے بھی عذاب ہے)

۳) تم جانتے ہو کہ سانپ خود اذیت نہیں دے سکتا بلکہ وہ زہر اذیت دیتا ہے جو اس سے تم کو پہنچتا ہے پھر زہر خود بھی اذیت نہیں دیتا بلکہ اذیت تمہارے

اندر جو زہر سے اثر پیدا ہوتا ہے وہ اذیت ہے۔ تو ایسا ہی اثر اگر زہر کے علاوہ کسی اور شے سے پیدا ہوگا تو اذیت ایسی ہی شدید ترین ہوگی لیکن اس اذیت کی نوعیت کا بیان کرنا ممکن ہی نہیں سوائے اسکے کہ اس کے سبب کی طرف منسوب کر دیا جائے جو عادۃً اس کو پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً یہ کہ سانپ کے کاٹے کی اذیت ہے سبب کا ثمرہ تو حاصل ہوگا گو صورت نہو اور مقصود و مراد ثمرہ ہی ہوتا ہے سبب کا ذکر ہوتا ہے نہ کہ خود سبب"

فقط

غرض یہ سب چیزیں مشاہدہ میں نہیں ہیں نہ بیان ہی میں آسکتی ہیں مگر سب اسکے معتقد ہوتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہاں عذاب کا عقیدہ نہ ہو اور جیسے اس سے پناہ مانگی جاتی ہے اور بچنے کی کوشش ہوتی ہے ایسے ہی اس سے ہونی چاہئے۔

منکر حیات النبی کا حکم

۱۴) ایسے عقیدہ والے کے پیچھے نماز کا درست ہونا اس پر موقوف ہے کہ اس کا درجہ اسلام میں کیا ہے تو اس کیلئے ہم سب کے دینی جد امجد حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہ کا فتوی پیش ہے گو ذرا سا فرق ہے یہاں سوال میں حضور ﷺ کی روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق نہ ہونا بیان ہے اور وہاں ہر کس و نا کس کے متعلق سوال اور اس پر مدار فتوی کا ہے مگر یہاں تو وہ بدرجہ اولی ہوگا۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کا فتوی

عزیز الفتاوی جلد ۱ صفحہ ۹۳

سوال: انسان را بعد موت ادراک و شعور باقی ماند وزائران خود را می شناسد و سلام و کلام ایشان را می شنود یانے؟

جواب:

انسان را بعد موت ادراک باقی میماندبرایں معنی شرع شریف و قواعد فلسفی اجماع دارند۔ امادر شرع شریف پس عذاب قبر و تنعیم القبر بتواتر ثابت است و تفصیل آن دفتر طویل می خواہد۔

(در کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور) کہ تصنیف شیخ جلال الدین سیوطیؒ است و دیگر کتب حدیث باید دید۔ در کتب کلامیہ اثبات عذاب القبر می مابند حتی کہ بعض اہل کلام منکر آن را کافر میدانند، و عذاب و تنعیم بغیر ادراک و شعور نمی تواند شد۔ و نیز در احادیث صحیحہ مشہورہ در باب زیارت قبور و سلام بر موتی و ہمکلامی بآنہا کہ "انتم لنا سلف و نحن بالاثر وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون" ثابت است۔ ودر بخاری و مسلم موجود است کہ آنحضرت ﷺ باشہداء بدر خطاب فرمودند

"**هل وجد تم ما وعد تم ما وعد ربکم حقا**"مردم عرض کردند"یا رسول الله اتتکلم من اجساد لیس فیها روح" فرمودند "ما انتم باسمع منهم ولکنهم لا یجیبون" در قرآن مجید ثابت است "**لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء عند ربهم یرزقون فرحین بما آتاهم الله من فضله**" بلکه از احوال پس آئیندگان خودهم خوشی و بشارت ثابت است"**و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم الاخوف علیهم ولا هم یحزنون**"

بالجمله انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نه باشد دارالحاد بودن او شبه نیست۔

واما قواعد فلسفیه پس بقائے روحانی بعد از مفارقت و بقاء شعور و ادراک و لذت روحانی مجمع علیه فلاسفه است الا جالینوس، ولهذا اورادرفلاسفه نشمرده اند۔ پس ظاہر است که بدن دائما در تحلل است و روح در شعور و ادراک دائما در ترقی است پس مفارقت بدن در سلب ادراک و شعور او چه قسم تاثیر تواند کرد۔

سوال :

اگر ادراک و شعور میماند بقدر حیات میماند یا زیاده و کم میشود؟

جواب :

ادراک و شعور اہل قبور بعد موت در بعض امور زیادہ می شود و در بعضے کم آنچہ تعلق باسور غیب دارد ادراک آنہا زیادہ است وآنچ تعلق در امور دنیویہ باشد ادراک آنہا کم، سببش آنست کہ التفات و توجہ ایشاں در امور غیبیہ زیادہ است۔و در امور دینویہ کم۔ بایں جہت تفاوت واقع می شود والا اصل ادراک و شعور یکساں است بلکہ اگر تامل کردہ شود در دنیا نیز توجہ والتفات بزیادتی وکمی در شعور و ادراک واقع می شود چنانچہ دقائق علمیہ را وکلائے دربار کم می فہمند۔ ولذائذ طعام و محاسن نساء و کیفیات نغمات و اوتار را امیرازادہ ہا خوب ادراک میکنند۔ و علماء و فضلاء در ادراک آن چیز ہا بسیار قاصر اند۔ ایں ہمہ سبب قلت توجہ

۱؎ ترجمہ فتاوی شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ

سوال : انسان کا مرنے کے بعد ادراک وشعور باقی رہتا ہے اپنی قبر پر آنے والوں کو پہچانتا ہے ان کا سلام و کلام سنتا ہے یا نہیں ؟

جواب : انسان کا ادراک وشعور باقی رہتا ہے اس بات پر شریعت اور قواعد فلسفیہ میں اجماع ہے پس باعتبار شریعت تو عذاب قبر اور قبر کی لذتوں کا پانا اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے جسکی تفصیل کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔ کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور جو کہ شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف ہے میں اور دوسری کتب حدیث میں دیکھا جاسکتا ہے علم کلام کی کتابوں میں عذاب قبر کا ثبوت دیکھا جاسکتا ہے حتی کہ بعض اہل کلام نے اس کے منکر کو کافر قرار دیا ہے اور عذاب وراحت بغیر ادراک وشعور کے نہیں ہو سکتے۔

نیز مشہور احادیث میں زیارت قبور کے باب میں مردوں کو سلام کرنا اور ان سے ہمکلام ہونے کا ذکر یوں ثابت ہے "انتم لنا سلف ونحن بالاثر وانا انشاء الله بكم لا حقون" "آپ ہم سے پہلے چلے گئے ہیں اور ہم آپ کے نقش قدم پر آرہے ہیں اور جلد ہی انشاء اللہ آپ سے مل جائیں گے اور بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے شہداء بدر سے یوں خطاب فرمایا : ﴿﴾

والتفات دانند و کثرت آن۔۔۱۰ فقط

منکر حیات النبی کی امامت کا حکم

اوپر آیات واحادیث متواترہ واجماع اہل حق وقبول عقل سلیم کے دلائل

"کیا تم نے اللہ کے وعدے کو سچ پالیا" لوگوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ کیا آپ ایسے جسموں سے کلام فرماتے ہیں جن میں روح نہیں" فرمایا "تم ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ جواب نہیں دیتے"

قرآن پاک میں ثابت ہے "جو اللہ کے راستہ میں مارے گئے انکو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں انکو انکے رب کے پاس سے رزق ملتا ہے خوش ہوتے ہیں اس پر جو ان کو اللہ کے فضل سے ملتا ہے۔"

بلکہ اپنے پسماندگان کے احوال کے علم پر بھی انکی خوشی وبشارت ثابت ہے (قرآن میں ہے)

"اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ (ان شواہدات کی روشنی میں) بالجملہ اگر اموات کے ادراک وشعور کا انکار کفر نہ بھی ہو تو اس کے الحاد ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں۔

اور قواعد فلسفیہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو جسم سے روح کے جدا ہونے کے بعد اسکا باقی رہنا اور شعور وادراک ولذت روحانی کا باقی رہنا یہ فلاسفہ کا متفق علیہ موقف ہے سوائے جالینوس کے اور اسی وجہ سے اسکو فلاسفہ میں شمار نہیں کیا گیا۔ پس یہ بات ظاہر ہے کہ بدن ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور روح کے شعور ادراک میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی ہے پس روح کے جسم سے جدا ہونے کی صورت میں اس کے ادراک وشعور کے سلب ہونے کو ہم کس قسم میں شمار کریں گے۔

سوال: اگر ادراک وشعور باقی رہتا ہے تو کیا حیات تک باقی رہتا ہے یا کم وبیش؟

جواب: اہل قبور کا ادراک وشعور مرنے کے بعد بعض امور میں زیادہ ہو جاتا ہے اور بعض میں کم۔ جن امور کا تعلق غیب سے ہوتا ہے ان میں ادراک زیادہ ہوتا ہے اور جن امور کا تعلق دنیا سے ہوتا ہے ان میں ادراک کم ہوتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کا التفات اور توجہ امور غیبیہ کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور امور دینویہ کی طرف کم۔ اس اعتبار سے فرق ہو جاتا ہے۔ مگر اصل کے اعتبار سے ادراک وشعور میں دونوں یکساں ہیں۔ اگر غور کرو تو دنیا میں بھی توجہ کی کمی زیادتی سے ادراک وشعور میں کم زیادتی ہوتی ہے چنانچہ علمی نکات اور درباری موشگافیوں کو کم لوگ سمجھ پاتے ہیں اور کھانوں کے ذائقوں عورتوں کی عشرہ طرازیاں اور گانوں کی کیفیات وغیرہ کو امراء خوب محسوس کرتے ہیں اور علماء وفضلاء عموماً ان چیزوں کے ادراک سے قاصر ہیں یہ سب فرق اصل میں توجہ اور التفات کی کم بیشی سے ہی تو ہوتا ہے۔

فقط: خلیل احمد تھانوی

کے بعد شاہ صاحبؒ کا فتوی فیصلہ کن ہے۔

آیات کا انکار احادیث، متواترہ کا انکار، اجماع کا انکار، یہ سب ایسا تھا کہ اس پر اسلام کا باقی رہنا مشکل تھا۔ مگر بات یہ ہے قطعی الثبوت کے ساتھ قطعی الدلالت ہونا جب تک نہ ہو سکے انکار کو کفر نہیں کہا جاسکتا چونکہ بعض تادیلات ایسی ممکن ہیں جو قواعد عربیت پر صحیح بن جاتی ہیں گو دوسری آیات احادیث سے ان پر عمل درست نہ ہو والحد و دتندرء بالشبہات ۱؎ اس لئے شاہ صاحبؒ نے فرمادیا ہے "اگر کفر نہ باشد" ۲؎ چونکہ یہ عقیدہ تمام اہل سنت کے خلاف ہے باطل فرقوں معتزلہ خارجیہ اور رافضیہ کا ہے اس لئے اس کو بدعت ضرور قرار دیا جائیگا۔ اور نماز کی امامت کا قاعدہ کے تحت آجائیگا جو فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز کا ہے ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا۔ اور جس کو اچھے امام کے پیچھے نماز ملتی ہو پھر اقتداء کرنا بھی امام بنانا ہے اسکی اور امام بنائے رکھنے والوں کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اور جس کو ان دونوں سے یعنی امام بنائے رکھنے یا صحیح مل سکنے سے معذوری ہو اس کیلئے مکروہ تنزیہی ہوگی۔ کہ تنہا سے یہ جماعت افضل ہے جیسے کہ شامی میں بہ تفصیل احادیث "من وقر فاسقا اور من وقر بدعیا" (الحدیث) "اور صلوا خلف کل بر وفاجر" حدیث سے ماخوذ کر کے بیان ہے۔ ۳؎ واللہ اعلم

۱؎ شبہ پیدا ہونے سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

۲؎ اگر کفر نہ ہو

۳؎ جیسے کہ شامی نے کیا ہے جو توقیر کرے فاسق کی اور توقیر کرے بدعتی کی، اور نماز پڑھو ہر نیک و فاجر کے پیچھے والی احادیث سے استدلال کر کے مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔

۱۵) چونکہ انبیاء علیہم السلام اور دوسروں کی حیات بعد الموت میں اہل السنّت والجماعت کی مخالفت سلف کے باطل فرقوں نے کی تھی۔ کچھ عقلی و نقلی دلائل بھی پیش کئے تھے بزرگان ملت نے ان کو نقل کر کے انکا باطل ہونا ظاہر و ثابت کیا ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کیا کیا دلائل تجویز کرتے ہیں تو باطل ہونے کی دلیلیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ اگرچہ اہل السنّت والجماعت سے معتزلہ وغیرہ کی تقلید کی امید نہیں ہے اسلئے سر دست پیش نہیں کی گئیں۔

وما علینا الا البلاغ

وضاحت

برادر محترم جناب مولانا خلیل احمد تھانوی زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ملا آپ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی عبارت پر جو سوال تحریر کیا اس کا جواب حضرت والد صاحب مدظلہم نے تحریر فرمادیا ہے وہ اسکی توضیح کے طور پر ضمیمہ میں تحریر فرمادیں احقر نے بھی ایک تحریر لکھی ہے اگر مناسب ہو اسکو بھی شامل کرلیں۔ فقط

احقر سید عبدالقدوس ترمذی

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۳ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

ضمیمہ نمبر ۱

از

حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور صاحب ترمذی مد ظلہم

شرح مواقف ج ۸ ص ۳۱۸ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایک موت قبر میں جان سے پہلے ہوتی ہے پھر قبر مین زندہ کیا جاتا ہے مگر یہ زندگی فی الجملہ بقدر مایتالم و یتلذذ ہوتی ہے حیات مطلقہ اور کامل حیات نہیں ہوتی، مگر سوال نکیرین کے وقت زیادہ قوی ہوتی ہے اس کے بعد کمزور اور ضعیف کردی جاتی ہے جس سے تعذیب و تنعیم متصور ہوسکے اس تضعیف حیات کو ہی اماتت سے تعبیر کردیا گیا ہے، مگر یہ اماتت من کل الوجوہ نہیں ہوتی فی الجملہ ہی ہوتی ہے تعذیب و تنعیم کا احساس باقی رہتا ہے اس قدر حیات باقی رہتی ہے جس سے یہ احساس ہوسکے، اس کے بعد حشر میں حیات مطلقہ دی جاتی ہے۔

شرح مواقف کی عبادت میں ثم الاحیاء فی القبر ثم الاماتت فیہ ایضا بعد مسئلہ منکر و نکیر حیات و موت فی الجملہ مراد ہے کامل حیات و موت مراد نہیں ہے البتہ سوال نکیرین کے وقت کچھ زیادہ حیات دی جاتی جس کے بعد کم کردی جاتی ہے۔ اسکو اماتت و احیاء سے تعبیر کردیا گیا ہے۔ اور بعض احادیث میں اس موت بعد السوال کو نوم سے تعبیر فرمایا گیا یہ جیسا کہ ”نم کنومۃ العروس“ وارد ہوا ہے۔

اب امید ہے کہ تنعیم وتعزیب فی القبر پر اشکال وارد نہ ہوگا۔ کہ سوال نکیرین کے بعد جب موت واقع کردی گئی تو تنعیم وتعذیب کے وارد ہونے کی کیا صورت ہوگی کیونکہ حیات کے بغیر تو تنعیم وتعذیب غیر منقصور ہے۔

واللہ اعلم

حاصل یہ ہے کہ موت وحیات کلی مشکک ہے اسکا حسب موقع اطلاق کہیں ضعیف اور کہیں قوی ہوتا ہے سب جگہ یکساں نہیں ہوتا کلی متواطی نہیں ہے۔

فقط

هذا ما عندی والعلم عند الله العلیم الخبیر

عبده المذنب السید عبدالشکور ترمذی عفی عنه

الجامعه حقانیه ساہیوال سرگودھا

۴ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

ضمیمہ نمبر ۲

از

مولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی

نمبر ۳ کی عبارت سے مقصود صرف حیات فی القبر کا اثبات ہے اور ان لوگوں کا رد ہے جو اس کے منکر ہیں اور یہ مقصود قرآن کریم کی آیت قالوا ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین الآیۃ کی مذکورہ تفسیر اور شرح مواقف کی درج شدہ عبارت سے واضح طور پر ثابت ہے۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے بھی اس آیت مبارکہ اور شرح مواقف کی عبارۃ مذکورہ سے اسی پر استدلال فرمایا ہے جیسا کہ حضرتؒ کی عبارت، لہذا اس سے حیات قبری ثابت ہے، سے معلوم ہوا ہے۔ اب رہا یہ کہ اس سے حیات فی القبر کا اثبات کیسے ہوا ہے تو اس کی تقدیر خود حضرتؒ کی عبارت میں صراحۃ موجود ہے جو تقریباً شرح مواقف کی عربی عبارت کا حاصل ترجمہ ہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ آیت قرآن قالوا ربنا الآیۃ کی تفسیر اور جو تقریر شرح مواقف میں کی گئی ہے اس میں جو دو حیات اور دو موت کا ذکر ہے اس سے مراد وہ دو موت اور حیات ہیں جو حقیقی ہوں اور برزخ قبر میں تألم و تلذذ کیلئے میت کو جو حیات حاصل ہوگی وہ من وجہ حیات ہے جو دوسرے دلائل سے ثابت ہے اس آیت میں اصالۃ اس سے تعرض نہیں کیا گیا لہذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے

اور نہ ہی اس کا اثبات اس تقریر کے خلاف ہے کیونکہ اس آیت میں اس کی نفی نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے اس کا ذکر نہیں اور عدم ذکر عدم شئی کو یقیناً مستلزم نہیں پھر جبکہ دلائل سے اس کا ثبوت ہو جائے تو اس کا انکار ہرگز صحیح نہیں۔ بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ بقدر ما یتالم و یتلذذ میت کو جو حیات قبر میں دی جاتی ہیوہ اس تقریر کے خلاف نہیں ہے۔

فحینئذ لا تعارض ولا اشکال واللہ اعلم بحقیقة المقال

احقر سید عبد القدوس ترمذی

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

آج کل آپکی امتِ بے نوا

بے نہایت مصائب میں ہے مبتلا

اِک نظر اس طرف بھی ہو بہر خدا

رحم ہو اب تو اٹھ جائے دستِ دعا

اے حبیب خدا روز و شب صبح و شام

تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

ہے جمیلؔ آپ ہی کا جو ادنیٰ غلام

لے کے آیا ہے تحفہ درود سلام

کیجئے اس کو مقبول خیر الانام

اس کی برکت سے بن جائیگا اس کا کام

اے حبیب خدا روز و شب صبح و شام

تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

مفتی جمیل احمد تھانوی